REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد ۴۰ — شمارہ ۱۵

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبدالحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ۷۵ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:
۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:
دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QADIAN--143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ ہجری — ۱۱ شہادت ۱۳۷۰ ہش — ۱۱ اپریل ۱۹۹۱ء

Manager, THE BADR WEEKLY, QADIAN-143516

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدللہ۔

احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں ٭

خطبہ جمعۃ المبارک

اب ایک نئی تحریک چلنی چاہئے جس میں ہندوستان اور پاکستان اور ایران اور عراق وغیرہ ایک بہت ہی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن اس میں مذہبی تعصبات کو بیچ میں سے نکالنا ہوگا!

بھائی چارے کے نتیجے میں ذمہ داریاں ادا کریں لیکن مسلمان شخص کو غیر مسلم شخص سے لڑائیں نہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۸ رامان ۱۳۷۰ ہش مطابق ۸ مارچ ۱۹۹۱ء۔ بمقام مسجد فضل لندن۔

مکرم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر P.S. لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ "بدر" اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

خلیج کی جنگ جس کا آغاز ۱۶ جنوری کو ہوا، ۲۶ فروری کو ایک نہایت ہی ہولناک رات کو اختتام پذیر ہوئی۔ یہ ایک ایسی خوفناک مصائب کی رات تھی کہ جس کی کوئی مثال شاید انسانی جنگوں کی تاریخ میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس قدر بمباری عراق کی واپس اپنے ملک جاتی ہوئی فوجوں پر کی گئی ہے اور اس قدر بمباری رات بھر بغداد شہر پر کی گئی کہ جہاں تک میں نے جنگی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کسی اور ملک میں کسی اور جنگ میں کبھی ایسی خوفناک ظالمانہ یکطرفہ شدید بمباری نہیں کی گئی۔ جو فوجیں کویت چھوڑ کر واپس بصرہ کی طرف جا رہی تھیں ان کے متعلق مبصرین کا کہنا ہے کہ اس طرح انہیں بمباری کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ ساری سڑک کویت سے بصرہ تک لاشوں سے اٹی پڑی تھی۔ اور ٹوٹے بکھرے ہوئے گاڑیوں کے، موٹروں کے، بکتر بند گاڑیوں کے اور دوسرے کئی قسم کی TRANSPORT کے پرزے ہر طرف بکھرے پڑے ہوئے تھے۔ اور تباہی کا ایسا خوفناک منظر تھا کہ جسے انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ مغربی مبصرین کا تبصرہ ہے۔ اور بمباری کے متعلق یا عراق میں بغداد پر بمباری کے متعلق بھی جو مبصر وہاں تبصرہ کر رہا تھا اس کی اپنی آواز بار بار کانپ جاتی تھی۔ اور وہ کہتا تھا کہ تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ آج رات کیسی ہولناک بمباری ہو رہی ہے۔

میں نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا کہ ان باتوں کے علاوہ دراصل یہ ویتنام کی ذلت کا بدلہ ہے جو امریکہ کی کمتری کا ایک نشان بن گیا ہے اور کسی طرح اس بھوت کو وہ ہمیشہ کے لئے نکالنا چاہتے ہیں۔ پس وہ رات ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک خاص بدمستی کی رات تھی جس میں فاتحوں نے خون کی شراب پی کہ وہ ویتنام کا غم غلط کرنا چاہتے تھے۔ میرا یہ تاثر اس طرح درست ثابت ہوتا ہے کہ اس جنگ کے بعد

صدر بش نے جو تبصرہ کیا

وہ بعینہٖ یہی تبصرہ ہے۔ انہوں نے اعلان کیا:

BY GOD WE HAVE KICKED THE VIETNAM SYNDROME ONCE AND FOR ALL.

(HARRISBURG PATRIOT NEWS, MAR. 2, 1991, U.S.A.)

کہ خدا کی قسم! ہم نے ویتنام کے احساس کمتری کو جو ایک اندرونی بیماری بن کر ہماری جان کو لگ چکا تھا ہمیشہ کے لئے ٹھڈے مار کر باہر نکال دیا ہے۔ لیکن اصل واقعہ یہ نہیں ہے جو وہ سمجھ رہے ہیں، اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک انتہائی ہولناک ظلموں کی داستان کا بھوت تھا جو دراصل ان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اور ویسی ہی ایک اور ظلموں کی داستان کا بھوت انہوں نے پیدا کر دیا ہے۔ پس اب ایک بھوت کا مسئلہ نہیں، اب دو بھوتوں کا مسئلہ ہے۔ دو بھوت ہیں جو ہمیشہ امریکہ پر سوار رہیں گے۔ ایک ویتنام کا بھوت اور ایک عراق پر ظلم و ستم کا بھوت۔

ان کو یہ اس لئے دکھائی نہیں دے رہا کہ ان کے ہاں اس مسئلہ کا تجزیہ اس سے بالکل مختلف ہے جو تجزیہ دنیا کی نظر میں ہے۔ دنیا ویتنام کو اس طرح نہیں دیکھتی کہ وہاں

۵۴ ہزار امریکن ہلاک شدہ

امریکنوں کی لاشیں واپس اپنے وطن پہنچائی گئیں۔ دنیا ویتنام کے قصے کو اس طرح دیکھتی ہے

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

کہ ۲۵ لاکھ ویٹنامی وہاں ہلاک ہوئے اور ہزارہا شہر اور بستیاں خاک میں مل گئیں۔ تو زاویے کی نظر سے مختلف صورتیں دکھائی دے رہی ہیں۔ مختلف مناظر دکھائی دے رہے ہیں۔ پس جس ویٹنام سے وہ بھاگنا چاہتے ہیں اور وہ اپنے خیال میں ایسے ویٹنام سے بھاگے جہاں ۵۴ ہزار امریکن موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ اس کے مقابل پر عراق میں ان کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ اس نظر سے نہیں دیکھتی۔ تاریخ نے ویٹنام کو ہمیشہ اِس نظر سے دیکھا ہے اور ہمیشہ اسی نظر سے دیکھتی رہے گی کہ امریکن قوم نے اس جدید زمانے میں تہذیب کا لبادہ اوڑھ کر ناحق ایک نہایت کمزور اور غریب ملک پر حملہ کیا۔ اور ۸½ سال تک اُن پر مظالم برساتے رہے۔ ایسے ایسے خوفناک بم برسائے گئے کہ دیہات کے دیہات، علاقوں کے علاقے بنجر ہو گئے۔ پس ویٹنام کی یاد کو وہ کبھی بھلا نہیں سکتے۔ کیونکہ کبھی دُنیا اُن کو بھلانے نہیں دے گی۔ اور اب اس پر عراق کے ظلم و ستم کا اضافہ ہو چکا ہے۔

MR. TOM KING جو برٹش گورنمنٹ کے سیکرٹری آف ڈیفنس ہیں انہوں نے پارلیمنٹ میں اس بربادی کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ہم نے اس مختصر عرصے میں عراق کے ۳۰۰۰ قصبات کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ جہاں یہ دعوے کئے جاتے تھے کہ عراق کے مظلوموں کو ہم ایک ظالم اور سفاک کے چنگل سے نکالنے کی خاطر یہ جنگ کر رہے ہیں، وہاں ۳۰۰۰ عراقی قصبوں اور شہروں کو تہ خاک کر دیا ہے۔ اور جو باقی تفصیلات ہیں ان کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں کہ کتنے اُن کے سپاہی مارے گئے یا دوسری قسم کے کتنے ہتھیاروں کا نقصان ہوا۔ لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں

تین ہزار شہروں کا مٹی میں مل جانا

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ تاریخ میں کبھی اِس تھوڑے سے عرصے میں کسی قوم پر اتنی آفات نہیں توڑی گئیں جتنی عراق پر ان ظالموں نے توڑی ہیں اور اس کے باوجود فتح کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ حیرت ہے، ذِلّت اور رُسوائی کی حد ہے، یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کسی امریکن بچے کی لڑائی جاپان کے "انوکی" سے کروا دی جائے۔ اور وہ اُس کو مار مار کے ہلاک کر دے اور پھر نعرے لگائے کہ دیکھو جاپان کو امریکہ پر فتح حاصل ہو گئی۔ ۳۰ قومیں اکٹھی ہوئی ہوئی، دنیا کی تمام طاقتوں نے مل کر عراق کے خلاف اکٹھا کیا ہوا اور ہر قسم کے جدید ہتھیاروں میں ہر میدان میں سبقت تھی، ہر میدان میں بالادستی تھی اور جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر، دانت نکال کر، پنجے کاٹ کر کہنا چاہیئے جس طرح جانور کے پنجے کاٹے جاتے ہیں، پھر اُن کو مارا گیا ہے۔ اس پر اب فخر کیا جا رہا ہے کہ کتنی عبرتناک شکست دی ہے۔ بہرحال یہ باتیں تو ماضی کا حصہ بن چکی ہیں۔ اس کے مستقبل میں جو نہایت خوفناک نتائج نکلنے والے ہیں ان سے متعلق جیسا کہ میں مشورہ دے رہا تھا، میں چند اور مشورے عربوں کو بھی، دُوسرے مسلمانوں کو بھی اور تمام دنیا کی خصوصاً تیسری دُنیا کی قوموں کو بھی دینا چاہتا ہُوں۔

عربوں کو فوری طور پر اپنے اندرونی مسائل حل کرنے چاہئیں۔ اور اس اندرونی مسائل کے دائرے میں میں ایران کو بھی شامل کرتا ہُوں۔ کیونکہ تین ایسے مسائل ہیں جو کہ اگر فوری طور پر حل نہ کئے گئے تو عربوں کو فلسطین کے مسئلے میں کبھی اتفاق نصیب نہیں ہو سکے گا۔

ایران کی عربوں کے ساتھ ایک تاریخی رقابت چلی آ رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں سعودی عرب اور کویت عراق کی مدد پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر اختلافات تھے لیکن وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے کہ ایران اُن کے قریب آ کر بیٹھ جائے۔

دوسرا شیعہ سُنّی اختلاف کا مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے میں بھی سعودی عرب حد سے زیادہ الرجک ہے۔ وہ شیعہ نفوذ کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔

تیسرا مسئلہ کُردوں کا مسئلہ ہے۔

جہاں تک دُشمن کی حکمتِ عملی کا تعلق ہے، اسرائیل سب سے زیادہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ یہ تینوں مسائل بھڑک اُٹھیں۔ چنانچہ جنگ ابھی دم توڑ رہی تھی کہ وہاں عراق کے جنوب میں شیعہ بغاوت کروا دی گئی۔ اور شیعہ بغاوت کے نتیجے میں ایران عرب رقابت کا مسئلہ خود بخود جاگ جانا تھا۔ چنانچہ شیعہ علماء نے ایران کی طرف رجوع کیا اور ان سے مدد چاہی۔ غالباً سعودی عرب نے اس موقعہ پر بہت شدید دباؤ ڈالا ہے (کوئی خبر تو باہر نہیں نکلی لیکن منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے) اور امریکہ کو اس بیہودہ سازش کا آلۂ کار بننے سے روک دیا ہے۔ ورنہ یہ معاملہ یہاں رُکنے والا نہیں تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایران نے عقل سے کام لیا ہو۔ ورنہ علاقے میں اگلی خوفناک جنگوں کی بنیاد ڈال دی جاتی۔ تاہم دُشمن کی طرف سے یہ کوشش ابھی تک جاری ہے۔ اور اگر یہ کامیاب ہو گئی تو اس کے نتیجے میں دُشمنوں کے دو اہم مقصد حاصل ہو جائیں گے۔

اوّل: ایران عرب رقابتیں بڑھنی شروع ہوں گی۔ اور

دوم: شیعہ سُنّی اختلافات بھڑک اُٹھیں گے۔

اور یہ دونوں اِفتراق پھر دوسرے کئی قسم کے جھگڑوں حتیٰ کہ جنگوں پر بھی منتج ہو سکتے ہیں۔

کُردوں کو بھی اسی وقت انگیخت کیا گیا ہے۔ کُردوں کا مسئلہ اِس لئے آگے نہیں بڑھا کہ مغربی قومیں بظاہر انصاف کے نام پر بات کرتی ہیں، لیکن فی الحقیقت محض اپنے ذاتی مقاصد دیکھتی ہیں۔ اِس موقعہ پر کُردوں کا مسئلہ چھیڑنا ان کے مفاد میں نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کُرد مسئلے کا تعلق صرف عراق سے نہیں ہے۔ کُرد مسئلے کا تعلق چار قوموں سے ہے۔ ایرانیوں سے، تُرکوں سے اور رُوسیوں سے۔ پس اگر انصاف کے نام پر عراق کے خلاف کُردوں کو اُبھارتے اور اُن کی مدد کرتے تو لازماً ترکی کے خلاف بھی اُبھارنا پڑتا تھا ورنہ ان کا انصاف کا بھرم ٹوٹ جاتا۔ اور یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا اور کُردوں کو انگیخت کرنے کے نتیجے میں ویسے بھی تمام کُردوں کے اندر آزادی کی نئی رَو چلنی اور مسائل صرف عراق کے لئے پیدا نہیں ہونے تھے بلکہ ایران کے لئے، ترکی کے لئے اور روس کے لئے بھی پیدا ہونے تھے۔ پس اِس وقت خدا کی تقدیر نے وقتی طور پر ان مسائل کو ٹال دیا ہے۔ لیکن نہایت ضروری ہے کہ یہ تمام مسلمان قومیں جن کا ان مسائل سے تعلق ہے، فوری طور پر آپس میں سر جوڑیں۔ اور ان مسائل کو مستقل طور پر حل کریں۔ ورنہ یہ ایک ایسی تلوار کے طور پر اُن کے سروں پر لٹکتے رہیں گے جو ایسی تار سے لٹکی ہوئی ہوگی جس کا ایک کنارہ مغربی طاقتوں کی انگلیوں میں پکڑا ہُوا ہے یا اُلجھا ہُوا ہے کہ جب چاہیں اس کو گرا کر سروں کو زخمی کریں، جب چاہیں اُتار کر سر سے لے کر دِل تک چیرتے چلے جائیں۔ ان مسائل کے استعمال کا یہ خوفناک اِحتمال ہمیشہ ان کے سر پر لٹکا رہے گا۔ اور یہی حال دُنیا کے دیگر مسائل کا ہے۔ مغربی طاقتیں ہمیشہ بعض موجود مسائل کو جب چاہیں چھیڑتی ہیں اور استعمال کرتی ہیں اور اس طرح تیسری دُنیا کی قومیں ایک دُوسرے سے لڑ کر ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کا موجب بنتی ہیں۔

ایک اور اہم مشورہ اِن کے لئے یہ ہے کہ بظاہر یہ کہا جا رہا ہے کہ امریکہ اسرائیل پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ اُردن کا مغربی کنارہ خالی کر دے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ سب قصّہ ہے۔ ایک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ اگر امریکہ اِس بات میں مخلص ہوتا کہ اسرائیل اُردن کا مغربی کنارہ خالی کر دے تو صدام حسین کی یہ پہلے دن کی پیشکش قبول کر لیتا کہ ان دونوں مسائل کو ایک دُوسرے سے باندھ لو۔ میں کویت خالی کرتا ہوں تم اسرائیل سے اُن کے مقبوضہ علاقے خالی کرا لو۔ خون کا ایک قطرہ بہے بغیر یہ سارے مسائل حل ہو جانے تھے۔

پھر اِس تیزی سے اسرائیل وہاں آبادیاں کر رہا ہے اور جو روپیہ اسرائیل کو اِس وقت مغربی طاقتوں کی طرف سے دیا گیا ہے اُس روپے کا اکثر استعمال اُردن کے مغربی کنارے میں روس کے یہودی مہاجرین کو آباد کرانا ہے۔ اِس لئے عقلاً کوئی وجہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ ایسا واقعہ ہو جائے کہ امریکہ اِس دباؤ میں سنجیدہ ہو۔ اور اسرائیل اِس بات کو مان جائے۔ ایک خطرہ ہے کہ اس کو ایک طرف رکھ کر شام کو یہ مجبور کیا جائے کہ مصر کی طرح تم باہمی دو طرفہ سمجھوتے کے ذریعے اسرائیل سے صلح کر لو۔ اگر یہ ہُوا تو فلسطینیوں کا عربوں میں نگہداشت کرنے والا اور ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا سوائے عراق اور اُردن کے کوئی نہیں رہے گا۔ عراق کا جو حال ہو چکا ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اُردن میں یہ طاقت ہی نہیں ہے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسرائیل اُردن سے ایسی چھیڑ چھاڑ جاری رکھے کہ اس کو بہانہ مل جائے کہ اُردن نے چونکہ ہمارے خلاف جارحیت کا نمونہ دکھایا ہے یا ہمارے دُشمنوں کی حمایت کی ہے اس لئے ہم اس کو بھی اپنے قبضے میں لے لیں تو اس نقطۂ نگاہ سے مشرقِ وسطیٰ کی تین قوموں — ایران، عراق اور اُردن کا اِتحاد انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر عرب قوموں سے ان کی مفاہمت بہت ضروری ہے۔ تاکہ یہ تین منتشر نہ ایک طرف نہ رہیں بلکہ کسی نہ کسی حد تک دیگر عرب قوموں کی حمایت بھی ان کو حاصل ہو۔

ایک اور مسئلہ جو اب اُٹھایا جائے گا وہ سعودی عرب کے اور کویت کے تیل سے اُن عرب ملکوں کو خیرات دینے کا مسئلہ ہے جو تیل کی دولت سے خالی ہیں۔ یہ انتہائی خوفناک خودکشی ہوگی۔ اگر ان ملکوں نے اس طرز پر سعودی عرب اور کویت کی امداد کو قبول کر لیا کہ گویا وہ حقدار تو نہیں ہیں لیکن خیرات کے طور پر ان کی جھولی میں پھینکی ڈالی جا رہی ہے۔ تو اس کے نتیجے میں فلسطین کے مسئلے کے حل ہونے کے جو باقی امکانات

... ہیں وہ بھی ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں گی۔ اس لئے اس میٹنگ پر عربوں کو یہ موقف اختیار کرنا چاہیئے کہ عربوں کو خدا تعالیٰ نے جو تیل کی دولت دی ہے وہ سب کی مشترکہ دولت ہے۔ ہمارا ایسا فارمولا طے کرنا چاہیئے کہ اس مشترک دولت کی حفاظت بھی مشترک طور پر ہو اور اس کی تقسیم بھی منصفانہ ہو۔ البتہ جن ملکوں میں یہ دولت دریافت ہوئی ہے ان کو ۵/۱ حصّہ جیسا کہ اسلامی قانون میں اس کے متعلق ہے، ۵/۱ یا نصف اد کے نزدیک [illegible] اختلاف ہوں گے، کچھ نہ کچھ حصّہ زائد دیدیا جائے۔ مگر مشترکہ دولت کے اصول کو منوانا ضروری ہے اور اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ان کو جو کچھ ملے گا وہ عزت نفس قربان کر کے نہیں ملے گا بلکہ اپنا حق سمجھتے ہوئے ملے گا اور امر واقعہ یہی ہے کہ سارا عالم عرب ایک عالم تھا جسے مغربی طاقتوں نے توڑا ہے اور اپنے وعدے توڑتے ہوئے توڑا ہے ورنہ پہلی جنگ عظیم کے معاً بعد واضح قطعی وعدہ انگریزی حکومت کی طرف سے تھا کہ ہم ایک متحدہ آزاد عرب کو پیچھے چھوڑ کر جائیں گے اور وہ متحدہ آزاد عرب کا وعدہ ان کے حق میں ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت سارے عرب کی دولت مشترکہ دولت تسلیم کر لی گئی تھی اور اسی اصول کو پکڑ کر اسے مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے اور اس گفت و شنید کو ان خطوط پر آگے بڑھانا چاہیئے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس تمام خطے کی ایک اقتصادی دولت مشترکہ بننی چاہیئے۔ اس سے پہلے صدر ناصر نے جو ایک عرب کا تصور پیش کیا تھا وہ سیاسی وحدت کا تصور تھا۔ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ سیاسی وحدت کا تصور پہلے ہو اور اقتصادی اور دوسری وحدتوں کا تصور بعد میں آئے۔ جب سیاسی وحدت کے تصور کو پہلے رکھا جاتا ہے تو باقی وحدتوں کو بعض دفعہ شدید نقصان پہنچتا ہے۔ اسی لئے یورپ کی کامن مارکیٹ بناتے ہوئے یہاں کے ذی شعور لیڈروں نے پہلے اقتصادی تعاون کی بات چلائی ہے اور تھوڑے تھوڑے حصّوں میں اقتصادی تعاون کے مقاصد کو حاصل کرنے کے بعد رفتہ رفتہ سیاسی وحدت کی طرف قدم اٹھایا ہے۔

یہ PAN ARABISM کی تحریک جس کا میں نے ذکر کیا ہے دراصل اس کا آغاز صدر جمال ناصر سے بہت پہلے جمال الدین افغانی نے کیا تھا اور یہ انہی کا فلسفہ ہے جس کو اپنا کر بعد میں یہ تحریکات آگے بڑھیں۔ پس جمال الدین افغانی کا یہ تصور کہ عرب کو متحد ہو جانا چاہیئے بلکہ عالم اسلام کو متحد ہو جانا چاہیئے، ایک ایسا تصور ہے جو اس شکل میں مسلمانوں کو قبول ہی نہیں ہو سکتا۔ نہ قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کے ایک حکومت کے اندر اکٹھے ہونے کا کہیں کوئی تصور پیش کیا ہے۔ اس شکل میں تو عرب وحدت بھی حاصل ہونا ناممکن ہے سوائے اس کے کہ مختلف قدموں اور مراحل میں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

پس سب سے اہم قدم اقتصادی وحدت کا ہے۔ ہمیں مشترکہ لائحہ عمل ہو، مشترکہ منصوبے بنائے جائیں اور اس سارے خطے کو خصوصیت کے ساتھ خوراک میں خود کفیل بنانے کے منصوبے ہوں اور انڈسٹری میں یعنی صنعت و حرفت میں خود کفیل بنانے کے منصوبے ہوں تب ان ممالک کی آزادی کی کوئی ضمانت دی جا سکے گی۔

اس ضمن میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اقتصادی آزادی کا تعلق صرف اس خطے سے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کی تیسری قوموں کے ساتھ ہے اور ان کے لئے ایک شدید خطرہ درپیش ہے جس کو ابھی سے پوری طرح سمجھنا چاہیئے اور اس کے لئے انسدادی کارروائیاں کرنی نہایت ضروری ہیں۔ وہ خطرہ NEO IMPERIALISM [illegible] اپنی نئی [illegible] ہے۔

روس کے ساتھ ختم ہونے کے بعد دراصل مغربی دنیا جو اشتراکی نظریات کی حامل تھی وہ اپنے نظریات کو ختم کر کے تیزی کے ساتھ پرانے زمانے کی طرف لوٹ رہی ہے اور اب نئے مقاصد [illegible]

کے لحاظ سے ہوں گے۔ جب روس نے موجودہ مشکلات سے سنبھالا لے لیا اور ان پر جب عبور پا لیا تو اس کے بعد روس کے لئے اقتصادی مقابلے کے لئے ان سے منڈیاں چھیننے کا مسئلہ سب سے اہم مسئلہ بن جائے گا۔ جرمنی ایک نئی اقتصادی قوت کے طور پر ابھرے گا اور مشرقی یورپ کے اور بہت سے ممالک جرمنی کے ساتھ اس معاملے میں اتحاد کریں گے اور ان سب کی اجتماعی پیداوار نئی منڈیوں کی متقاضی ہوگی۔ پس تیسری دنیا کے تمام ممالک کے لئے ہولناک خطرات درپیش ہیں۔ یورپ بھی جاگ رہا ہے اور امریکہ بھی جاگ رہا ہے اور ان سب کے اتحادی مقاصد تیسری دنیا پر اس طرح پر مکمل اقتصادی قبضہ کرنے کے ہیں کہ جس کے بعد صرف سسک سسک کر دم لینے والی زندگی باقی رہ جائے گی۔ عزت کے ساتھ دو وقت کی روٹی کھا کر زندہ رہنے کا تیسری دنیا کی قوموں کے لئے کوئی سوال باقی نہیں رہے گا۔ افریقہ کے بعض ممالک ہیں جو ابھی اس حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ جہاں ان کے لئے سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔

پس اقتصادی تعاون کی مختلف منڈیاں بننی ضروری ہیں۔ مثلاً پاکستان اور ہندوستان اور بنگلہ دیش اور سری لنکا، یہ ایک ایسا خطہ ہے جس میں قدرتی طور پر اقتصادی تعاون کی منڈی بنانے کا امکان موجود ہے اور یہ تبھی ممکن ہے اگر ان کے اندرونی مسائل حل ہوں۔ اگر اندرونی مسائل حل نہ ہوں تو نہ یہ اقتصادی منڈیاں بن سکتی ہیں نہ موجودہ تکلیف دہ صورتحال کا کوئی دوسرا حل ممکن ہے۔ موجودہ تکلیف دہ صورتحال سے مراد وہ صورتحال ہے جو میرے ذہن میں ہے کہ اس کے نتیجے میں آپ جب اس پر مزید غور کریں گے تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ہمیشہ کے لئے

تیسری دُنیا کے ان ممالک

کا اپنی مصیبتوں سے نجات پانے کا ہر رستہ بند ہوا ہوا ہے۔ ان کے لئے کوئی نجات کی راہ نہیں ہے اور آنکھیں بند کر کے یہ اسی طرز پر قائم ہیں، اسی قسم کے مسائل کو حل کرنے کی ان کی کوششیں ہیں جن کے اندر حل ہونے کی کوئی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ ایسے بند رستے ہیں جن سے آگے گزرا جا ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ مسائل یہ ہیں مثلاً کشمیر کا مسئلہ ہے۔ کشمیر کے مسئلے کے نتیجے میں ہندوستان اور پاکستان میں جو رقابتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان رقابتوں کے نتیجے میں یہ اتنی بڑی فوجیں پالنے پر مجبور ہیں کہ جس کے بعد دنیا کا کوئی ملک اقتصادی طور پر آزادی سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ساٹھ فیصدی سے زائد جس قوم کی اجتماعی دولت فوج پالنے پر خرچ ہو رہی ہو اس کے حصے میں دنیا میں وقار کی زندگی ہے ہی نہیں، اس کے لئے مقدر ہی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اقتصادی لحاظ سے اپنی طاقت سے بڑھ کر دفاع پر خرچ کرتا ہے، اسے بھیک مانگنا لازم ہے۔ اس کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اقتصادی لحاظ سے بھی دنیا سے بھیک مانگے اور فوجی طاقت کو قائم رکھنے کے لئے بھی دنیا سے بھیک مانگے۔ پس ہندوستان اور پاکستان کو بھکاری بننے کی جو لعنت ملی ہوئی ہے یا اس لعنت میں وہ مبتلا ہیں یہ مشرق و مغرب جہاں بھی توفیق ہے وہ ہاتھ پھیلا کر پہنچ جاتے ہیں کہ ہمیں کچھ بھیک دو۔ تو اس کی بنیادی وجہ آپس کے یہ اختلافات ہیں۔ آپس کے جھگڑے ہیں اس کے سوا کوئی صورت نہیں بنتی۔

پس مسئلہ کشمیر اور اسی قسم کے دیگر مسائل کو حل کرنے کے نتیجے میں ان علاقوں میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ پھر اور بھی چیزیں ہیں جن پر مسلسل [illegible] ہے۔ صرف ہندوستان اور پاکستان کے لئے ہی نہیں باقی مشرقی دنیا کے ممالک خواہ وہ ایشیا کے ہوں یا افریقہ کے ہوں، اسی طرح جنوبی امریکہ میں بھی ایسے ہی مسائل ہیں۔ ہر جگہ یہی مصیبت ہے کہ مسلسل باہمی اختلافات

نتیجے میں عدم اطمینان ہے، عدم اعتماد ہے اور ہر جگہ تیسری دنیا کے غریب ملک اپنی خود حفاظتی کے لئے اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہیں کہ امیر ملک اس کا دسواں حصہ بھی نہیں کر رہے۔ جن کو توفیق ہے وہ تو ۳ فیصد سے ۴ فیصد کی بات کرتے ہیں۔ ۴ سے ۵ کی اور جب ۷ فیصد خرچ پہنچ جائے تو اس پر خوفناک بحثیں شروع ہو جاتی ہیں کہ اتنا زیادہ دفاع پر خرچ ہو رہا ہے، ہم برداشت نہیں کر سکتے اور غریب ملکوں کی عیاشی دیکھیں کہ ۶۰، ۶۰ - ۷۰، ۷۰ فیصد خرچ کر رہے ہیں اور اس کے باوجود یہ کافی نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ فوجی امداد مانگی جاتی ہے اقتصادی امداد نے ان کو بھکاری بنا دیا اور بھکاری بننے کے بعد ان کی اقتصادی حالت سدھر سکتی ہی نہیں۔ ہر ملک کا یہی حال ہے کیونکہ جس شخص کو جھوٹے معیار زندگی کے ساتھ چمٹ جانے کی عادت پڑ گئی ہو۔ جس شخص کو اپنے جھوٹے معیار زندگی کو بھیک مانگ کر قائم رکھنے کی عادت پڑ چکی ہو وہ نفسیاتی لحاظ سے اس قابل ہو ہی نہیں سکتا کہ اقتصادی طور پر اس میں خود اعتمادی پیدا ہو اور وہ خود کوشش کر کے اپنے حالات کو بہتر کرے۔ بالکل یہی حال قوموں کا ہوا کرتا ہے۔ آپ نے کبھی مانگنے والے انسانوں کو خوشحال نہیں دیکھا ہوگا۔ مانگنے والے انسان مانگتے ہیں، کھاتے ہیں پھر بھی برے حال میں رہتے ہیں۔ ہمیشہ ترستے ہی ان کی زندگیاں گزرتی ہیں اور وہ لوگ جو قناعت کرتے ہیں وہ اس کے مقابل پر بعض دفعہ نہایت غریبانہ حالت سے ترقی کرتے کرتے بڑے بڑے مالدار بن جاتے ہیں۔

پس تیسری دنیا کی قومیں بدقسمتی سے ایک اور لعنت کا شکار ہیں اور وہ ہے قناعت کا فقدان۔ عزت نفس کا فقدان۔

ہاتھ پھیلانے کی گندی عادت

اور اس عادت کے نتیجے میں معیار زندگی کا جھوٹا ہو جانا۔ آپ نے دیکھا ہوگا بعض دفعہ امیر آدمی بھی ہوٹلوں پر اس طرح خرچ نہیں کرتا جس طرح ایک مانگنے والا بھکاری بعض دفعہ خرچ کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک دولت کی قدر ہی کوئی نہیں ہوتی۔ پیسے مانگے اچھا کھا لیا اور چھٹی ہوئی اور اگلے وقت کے لئے خدا تعالیٰ نے عمر ہاتھ سلامت رکھے تو مانگنے کے لئے کافی ہیں۔ بالکل یہی نفسیات ان قوموں کی ہو جایا کرتی ہے۔ ایک جھوٹا فرضی معیار زندگی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور دیکھنے میں خوشحال دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی خوشحالی مانگے کی خوشحالی ہے۔ پس اس خوشحالی کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں۔ عزت کا تقاضا ان کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور اس کے لئے محنت کریں اور کوشش کریں وہ تنگی صرف وہاں محسوس ہوتی ہے جہاں قوم کا طبقہ بے بس ہے اور جہاں صاحب اختیار طبقہ ہے وہاں محسوس نہیں ہوتی یعنی ایسی قومیں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہیں ایک بہت ہی محدود طبقہ ہے جو بالائی طبقہ کہلاتا ہے وہ غریب کی زندگی سے بالکل بے حس ہے اور اسکو پتہ ہی نہیں کہ غریب انکی آنکھوں کے نیچے کیسے بد حالی میں زندگی گزار رہا ہے۔ پس جہاں تکلیف محسوس ہوتی ہے وہاں اختیار کوئی نہیں، وہاں قوم کی پالیسیاں نہیں بنائی جاتیں۔ اور جہاں پالیسی بنانے والے دماغ ہیں، حکمت عملی طے کرنے والے سر ہیں وہاں تکلیف کا احساس نہیں پہنچتا۔ پس ایک گہری اعصابی بیماری ہے جس طرح ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو نچلے دھڑ کا اوپر کے دھڑ سے واسطہ نہیں رہتا۔ پاؤں میں سوئی بھی چبھتی رہے تو دماغ کو پتہ نہیں لگتا۔ پس یہ ہولناک بیماری ہے جو بھیک مانگنے کے نتیجے میں تیسری دنیا کے ملکوں کو لاحق ہو چکی ہے۔

اس کے بعد فوجی امداد

کی بات آپ دیکھ لیجئے۔ زیادہ مہنگے ہتھیار جب آپ خریدیں گے تو وہ اقتصادی حالت جس کا پہلے ذکر گزرا ہے وہ اور بھی زیادہ بدتر ہوتی چلی جائے گی اور یہی ہو رہا ہے اور چونکہ آپ زیادہ نہیں خرید سکتے اس لئے مانگنے پر مجبور ہیں۔ جب آپ ہتھیار دوسری قوموں سے مانگتے ہیں تو ہتھیاروں کے ساتھ ان کے فوجی تربیت دینے والے بھی آتے ہیں یا آپ کے فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے ان کے ملکوں میں بھی جاتے ہیں اور جتنا بھی غیر قوموں کا جاسوسی کا نظام تیسری دنیا میں موجود ہے اس کا سب سے بڑا ذمہ دار یہی فیکٹر (Factor) ہے۔ یہی صورتحال ہے کہ ہتھیار مانگنے کے نتیجے میں اپنی فوج کو دوسرے ملکوں کے تابع فرمان بنانے کے احتمالات پیدا کر دیتے ہیں اور جہاں تک میں نے تفصیل سے فوجی امداد دینے والی قوموں اور فوجی امداد لینے والی قوموں کے حالات کا جائزہ لیا ہے خود ان کے مصنفین کھلم کھلا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جہاں جہاں بھی فوجی امداد دی گئی ہے وہاں وہاں فوجوں میں اپنے غلام بنا لئے گئے ہیں اور کثرت کے ساتھ یہ واقعہ دنیا کے ہر ایسے ملک میں ہو رہا ہے جہاں فوجی امداد پہنچ رہی ہے۔ اب اس حصے میں سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ صرف امریکہ ہی نہیں ہے جو فوجی امداد کے ذریعے دوسرے ملکوں کو غلام بنا رہا ہے بلکہ اسرائیل بھی امریکہ کے دست راست کے طور پر یہی کام کر رہا ہے جہاں امریکہ براہ راست نہیں دے سکتا تو اسرائیل کے سپرد کر دیتا ہے اور بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں دونوں مل کر اپنے اپنے دائرے میں غلامی کی دوہری زنجیریں پہنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ مغربی ممالک کے فرسودہ اسلحہ کی مارکیٹ ہمیشہ تیسری دنیا کے ملک بنے رہتے ہیں اور جب کبھی ہتھیاروں کی کوئی جدید کھیپ تیار ہوتی ہے تو پرانی کھیپ کے کھپانے کے لئے نئی منڈیاں ڈھونڈنی پڑتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض غریب ملکوں میں سروں کی فصلیں پک کر کاٹے جانے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں کیونکہ غریب ممالک کے آپس کے اختلافات ان ہتھیاروں کی مارکیٹ پیدا کرتے ہیں۔ ابھی تو صرف امریکہ کے زائد اسلحہ کی کچھ ڈھیریاں ختم ہوئی ہیں۔ روس کے اسلحہ کے پہاڑ بھی ابھی فروخت کے لئے باقی ہیں اور دیگر مغربی ممالک کا بھی اس تجارت میں شامل ہو جانا ہرگز بعید از قیاس نہیں۔

پس میں جب یہ کہتا ہوں کہ

ملٹری ایڈ (AID) اور AIDS

میں مشابہت ہے تو یہ ایک لطیفے کی بات نہیں، ایک بڑی گہری حقیقت ہے۔ AIDS کی بیماری جس سے دنیا آج بہت ہی زیادہ خوفزدہ ہے اور جس کے متعلق بعض پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۹۷-۹۸ء تک یہ بڑے پیمانے پر مغربی عیسائی قوموں کو ہلاک کرے گی۔ اس کی تفصیل میں جانے کی اس وقت ضرورت نہیں۔ لیکن میں الگ بعض دفعہ یہ ذکر کر چکا ہوں۔ AIDS کی بیماری کا تعارف یہ ہے کہ AIDS بیماری کے جراثیم انسان کے خون کے اندر نظام دفاعی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور نظام دفاع پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ پس جس نظام دفاع کو خدا تعالیٰ نے بیماریوں پر غالب آنے کے لئے بنایا تھا وہ خود بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اپنے خلاف وہ حرکت کر نہیں سکتا۔ پس ملٹری ایڈ بالکل اسی AIDS کے مشابہ ہے۔ وہاں غیر قومیں ہمارے غریب ملکوں کے نظام دفاع پر قبضہ کرتی ہیں اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اس کا پورا احساس نہیں ہے۔ جو صحت مند عقلوں کو بھی احساس نہیں ہے۔ ہمارے ہاں، (ہمارے ہاں سے مراد صرف پاکستان نہیں بلکہ تیسری دنیا کے سب ممالک ہیں) انٹیلی جنس کی آنکھیں اندرونی انقلابات کے خطروں کی طرف لگی رہتی ہیں۔ چنانچہ COUNTER INSURGENCY MEASURES لئے جاتے ہیں۔ ایسی تنظیمیں بنائی جاتی ہیں جو اندرونی بغاوت کے خلاف ہمیشہ مستعد رہیں گی اور Counter Insurgency کے داؤ سیکھنے کے لئے

اکثر صورتوں میں امریکہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور بہت سی صورتوں میں اسرائیل کی طرف بھی رجوع کیا جاتا ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ سری لنکا میں اسرائیل نے ان کو Counter Insurgency کے طریق سکھائے اور باغیوں کو بھی بغاوت کے طریق اسرائیل نے ہی سکھائے۔ اسی طرح لائبیریا میں اسرائیل نے ان کو بغاوت کا مقابلہ کرنے کے طریق سکھائے اور اب مبصرین یہ لکھ رہے ہیں کہ اسرائیل نے لائبیریا کے سربراہ کی حفاظت اتنی عمدگی سے کی کہ بغاوت کی اطلاع تک وہاں نہیں پہنچنے دی اور اسی طرح بالکل خود پر ان کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

ایسے ملکوں کی تعداد بہت لمبی ہے۔ بہت سے افریقن ممالک ہیں اور بعض دوسرے ایشیائی ممالک ہیں جن میں صرف امریکہ ہی نہیں بلکہ اسرائیل بھی ان کو بغاوت کے خلاف طریق کار سکھانے میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے اور خطرہ اُن سے ہوتا ہے جو طریقِ کار سکھانے آتے ہیں۔ ان غریب ملکوں پر اُن کی فوجوں کے ذریعے قبضے کئے جاتے ہیں۔

پس اگر کوئی ضرورت ہے تو ایسے جاسوسی نظام کی ضرورت ہے جو اس بات کا جائزہ لے کہ مغربی طاقتوں سے یا غیر مغربی طاقتوں سے خواہ کوئی بھی ہوں جہاں جہاں فوج کے روابط ہوئے ہیں وہاں کس قسم کا زہر پیچھے چھوڑا گیا ہے۔ کس قسم کے روابط پیدا کئے گئے ہیں اور وہ رابطہ کرنے والے جو فوجی ہیں وہ زیر نظر رہنے چاہئیں۔ خطرات باہر سے آنے والے ہیں۔ اندر سے پیدا ہونے والے خطرات کم ہیں۔ اگر بیرونی خطرات کا آپ مقابلہ کر لیں تو اندرونی خطرات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اندرونی خطرات بھی پیدا ہوتے ہیں مگر ہمیشہ ظلم کی صورت میں۔ ورنہ ناممکن ہے کہ اندرونی طور پر ہماری اپنی فوجوں کو اپنے شہریوں سے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ یا اپنی سیاست کو اپنے شہریوں سے کوئی خطرہ لاحق ہو۔

پس یہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے باہر کی قومیں یعنی ترقی یافتہ قومیں شور مچاتی ہیں کہ آمریت کا خاتمہ ہونا چاہیئے مگر تیسری دنیا کو اپنا غلام بنانے کے لئے وہاں ان کو آمریت ہی موافق آتی ہے کیونکہ جہاں آمریت ہو وہاں اندرونی خطرات پیدا ہو جاتے ہیں اور اندرونی خطرات سے بچنے کے لئے بیرونی سہارے ڈھونڈنے پڑتے ہیں اور بیرونی سہارے جس طرح میں نے بیان کیا اس طرح ملتے ہیں۔ پھر جب تک مرضی کے مطابق کام کیا جائے اس وقت تک یہ بیرونی سہارے ساتھ دیتے ہیں، جب مرضی کے خلاف بات کی جائے تو یہ سہارے خود بخود ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ وہ لعنت ہے جس کا تیسری دنیا شکار ہے اور اب وقت ہے کہ ہوش سے کام لے۔ اب جبکہ استعماریت کا ایک نیا دور شروع ہو چکا ہے اور شدید خطرے لاحق ہیں۔ اپنی قومی آزادی کی حفاظت کے لئے، عزتِ نفس کی حفاظت کے لئے اور قوموں کی برادری میں وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے امکانات پیدا کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ ان سب امور پر گہرا غور کیا جائے اور تیزی کے ساتھ اقدامات کئے جائیں۔

خلاصۃً یہ کہ

امیر ملکوں سے موجودہ طرز پر امداد حاصل کرنے کے یہ نقصانات ہیں:-

اوّل :- امداد دینے والا ملک، امداد لینے والے کو ذلیل اور رسوا کر کے امداد دیتا ہے اور متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر امداد لینے والا ملک آزادیٔ ضمیر کے حق کو بھی استعمال کرے تو اسے امداد بند کر دیئے جانے کی دھمکی دی جاتی ہے جیسا کہ صدر [illegible] شاہ حسین اور اردن سے سلوک کیا۔

دوم :- امداد کے ساتھ STRINGS یعنی ایسی شرطیں منسلک کر دی جاتی ہیں جس سے قومی آزادی پر حرف آتا ہے۔

سوم :- امداد کے ساتھ سودی قرضے کا بھی ایک بڑا حصہ شامل ہوتا ہے اور بالعموم بہت بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے غیر ملکی ماہرین بھی اس کھاتے میں بھجوائے جاتے ہیں جو امداد کا ایک بڑا حصہ کھا جاتے ہیں۔

اکثر افریقہ اور ایشیا میں یہ تلخ تجربہ بھی ہوا ہے کہ امداد کے نام پر پہلی GENERATION کی مشینری سستے داموں فروخت کر دی جاتی ہے اور اکثر ایسے کارخانے جدید ٹیکنالوجی والے کارخانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے عوارض ہیں جو تیسری دنیا کے ممالک کی انڈسٹری کو لگے رہتے ہیں جس سے قرضے اتارنے کی صلاحیت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تقریباً تمام غریب امریکہ اس وقت قرضے کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا ہے اور امریکہ یا دیگر امیر ملکوں سے امداد پانے والا ایک ملک بھی میں نے نہیں دیکھا جس کا قرضوں کا بوجھ ہلکا ہو رہا ہو یہ تو دن بدن بڑھنے والا بوجھ ہے یہاں تک کہ کثیر قومی آمد قرضوں کا سود اتارنے پر ہی صرف ہو جاتی ہے۔

پس امداد لینے والے اور امداد مانگنے والے ملکوں کو کبھی دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے دیکھا نہیں گیا۔ امداد دینے کے بعد رسوا کن رویہ اور اختلاف کی صورت میں امداد بند کرنے کے طعنے اقتصادیات کے علاوہ قومی کردار کو بھی تباہ کر دیتے ہیں۔

پس صرف غیرت ہی کا نہیں بلکہ اور بھی بہت سے دور رس مفادات کا شدید تقاضا ہے کہ بڑے بڑے امداد دینے والے ملکوں کی امداد شکریہ کے ساتھ رد کر دی جائے اور وہ مسلمان ممالک جن کو خدا تعالیٰ نے تیل کی دولت عطا فرمائی ہے ان غیر مسلم ممالک کو ساتھ ملا کر جو

تعاونوا علی البرّ

پر تیار ہوں، اسلامی اصولوں کے تابع ایک نیا امدادی نظام جاری کریں جس میں اوّلیت اس بات کو دی جائے کہ تیسری دنیا کے وہ غریب ممالک جن پر ہر وقت فاقے اور قحط کی تلوار لٹکی رہتی ہے ان کو جلد تر خوراک میں خود کفیل بنایا جائے یا اقتصادی لحاظ سے اتنا مستحکم کیا جائے کہ اپنے لئے باہر سے خوراک خریدنے کی اہلیت پیدا ہو جائے۔ قحط زدہ افریقن ممالک کی طرف دنیا کا موجودہ رویہ انتہائی ذلیل بھی ہے اور غیر مؤثر بھی۔ ملکوں میں قحط اچانک آتش فشاں پہاڑ پھٹنے کی طرح نمودار نہیں ہوا کرتے۔ کئی سال پہلے سے اقتصادی ماہرین کو علم ہوتا ہے کہ کہاں کب بھوک پڑنے والی ہے پس بڑی بے حسی کے ساتھ انتظار کیا جاتا ہے کہ کب قومیں بھوک سے نڈھال ہو جائیں تو ان کو کچھ خوراک مہیا کرنے کے ساتھ انہیں غلامی کے شکنجوں میں جکڑنے کے لئے سیاسی اور نظریاتی سودے بھی کر لئے جائیں۔

پس قرآنی شرطوں کے مطابق آزاد کرنے والی امداد کا نظام جاری کرنا چاہیئے نہ کہ غلام بنانے والی امداد کا۔

تیل کے ممالک اگر خدا کی خاطر

اور بنی نوع انسان کی خاطر اپنی تیل کی آمد کو زکوٰۃ یعنی ۲½ فیصد اس مقصد کے لئے الگ کر دیں تو اکثر غریب ممالک سے بھوک کی لعنت مٹائی جا سکتی ہے۔ اس ضمن میں جاپان کو بھی ساتھ شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ تیسری دنیا کے ملکوں کو کھل کر جاپان سے یہ بات کہہ دینی چاہیئے کہ تم تیسری دنیا میں رہنا چاہتے ہو یا اپنے آپ کو ایک مغربی ملک شمار کرنے لگے ہو۔ اگر تیسری دنیا میں

رہنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تیسری دنیا کے مسائل طے کرنے میں، خصوصاً اقتصادی مسائل طے کرنے میں بھرپور تعاون کرو بلکہ راہنمائی کرو اور قائدانہ کردار ادا کرو۔ ورنہ نہ تم ہمارے رہو گے نہ سفید فام قوموں میں شمار کئے جاؤ گے۔

اگر ہم اندرونی مسائل کے مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے بات شروع کریں تو

کشمیر کے سلسلے میں میں سمجھتا ہوں

کہ تین حل ایسے ہیں جن پر غور ہونا چاہیئے۔ موجودہ صورتحال تو ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ اگر یہ صورتحال مزید جاری رہی تو دونوں ملک تباہ ہو جائیں گے۔ اس مسئلے کا ایک حل تو یہ ہے کہ آزاد کشمیر اور جموں اور کشمیر کو پہلے یہ موقعہ دیا جائے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ تم تینوں مل کر اکٹھا رہنا چاہتے ہو یا آزاد کشمیر پاکستان کے ساتھ مل جائے اور جموں ہندوستان کے ساتھ مل جائے اور وادی کشمیر الگ ہو جائے دوسرا حل یہ ہو سکتا ہے کہ وادی کشمیر الگ آزاد ہو اور یہ دونوں ملک الگ الگ آزاد ہوں یعنی جموں الگ آزاد ہو اور جس کو ہم آزاد کشمیر کہتے ہیں، یہ الگ آزاد ہو۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ وہ تینوں مل کر ایک ملک بنائیں۔ پس تین امکان ہوئے۔ آزاد کشمیر الگ ملک۔ جموں الگ ملک اور وادی کشمیر الگ ملک۔

دوسری صورت تینوں کا ایک ملک اور تیسری صورت یہ کہ آزاد کشمیر پاکستان کے ساتھ مل جائے۔ جموں ہندوستان کے ساتھ ملجائے اور کشمیر ایک الگ ریاست کے طور پر نیا وجود حاصل کرے۔ یہ موقعہ تفصیلی بحث کا تو نہیں ہے۔ یہ فیصلہ تو ان قوموں نے خود کرنا ہے۔ ان کا ہی حق ہے لیکن میں جہاں تک سمجھا ہوں یہ تیسرا حل جو ہے یہ زیادہ موزوں رہے گا اور علاقے میں امن کے لئے بہت بہتر ثابت ہوگا۔ کیونکہ آزاد کشمیر کے لوگ ہم مزاج ہیں اور ایک ہی جیسے مزاج کے لوگ ہیں جن کا وادی کے کشمیریوں سے مختلف مزاج ہے وادی کے کشمیریوں کا ایک الگ مزاج اور ایک الگ تشخص ہے اور جموں کے لوگوں کا ایک بالکل جُداگانہ تشخص ہے اور مذہبی لحاظ سے بھی وہ ہندوستان کے قریب تر ہیں۔ پس اگر استحکام چاہیئے تو غالباً یہ حل سب سے اچھا رہے گا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ وہاں آزادی ہونی چاہیئے کہ آزاد ملک اس بات کی ضمانت دے کہ کسی طاقتور ملک کے ساتھ الگ سمجھوتے کر کے ہندوستان اور پاکستان کے امن کے لئے خطرہ نہیں بن سکے گا۔ اس کے لئے آپس میں سمجھوتے سے باتیں طے کی جا سکتی ہیں۔ اگر یہ نہ کیا گیا اور اسی طرح سکھوں کے ساتھ صلح نہ کی گئی اور دیگر اندرونی مسائل طے نہ کئے گئے تو علاقے میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

اور پاکستان کے اندر جو درست ہونیوالے توازن ہیں مثلاً سندھی، پنجابی، پٹھان وغیرہ وغیرہ۔ پھر مذہبی اختلافات ہیں۔ یہ سارے مائن ہیں جو بارود کی طرح ہیں یا آتش فشاں پہاڑ کی طرح ہیں کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں اور یہی وہ مسائل ہیں جن سے دیگر قومیں فائدہ اُٹھایا کرتی ہیں۔ پس پیشتر اس کے کہ دیگر قوموں کو فائدے کا موقعہ ملے آپ اپنے ملک کی اندرونی حالت کو درست کریں۔ اندرونی حالت کو بھی درست کریں۔ ہمسایوں کے ساتھ بھی تعلقات درست کریں اور اس کے نتیجے میں آپ کو سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچے گا کہ توجہ اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی طرف ہو جائے گی۔ آپس میں اشتراک عمل کے ساتھ تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کی روح کے ساتھ مذہب کو بیچ میں لائے بغیر ہر اچھی چیز پر دوسری قوم کے ساتھ تعاون کے امکانات پیدا ہو جائیں گے اور فوج کا خرچ کم ہو جائے گا اور فوج کا خرچ جتنا کم ہوگا اور اقتصادیات جتنا ترقی کرے گی اتنے ہی امکانات پیدا ہوں گے کہ غریب کی حالت بہتر ہو جائے امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے امکانات کہا ہے اس لئے کہ غریب کی حالت بہتر کرنے کے لئے یہ ساری چیزیں کافی نہیں جب تک اوپر کے طبقے کی سوچ صحتمند نہ ہو۔ اگر اوپر کے طبقے کی سوچ بیمار ہے اور بے حسی ہے اور بے حیائی ہے اور عظیم الشان ہوٹل بنتے چلے جا رہے ہیں اور ریسٹورانٹ کے بعد ریسٹورانٹ پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ایک سوسائٹی ہے جو سرے شام سے شروع ہو کر رات گئے تک ان ریسٹورانٹس کے چکر لگاتی ہے اور ہوٹلوں کے چکر لگاتی ہے اور عیش و عشرت میں مبتلا رہتی ہے اور لاہور چمک رہا ہوتا ہے اور کراچی جگمگا رہا ہوتا ہے۔ اگر یہی رجحان جاری رہا اور کسی کی نظر اس طرف نہ گئی کہ ان روشنیوں کے نیچے ایسے ظالم اندھیرے ہیں کہ ان اندھیروں میں تھوڑی دیر بھی آپ جھانکیں تو

ان کے اندر کلبلاتی ہوئی انسانیت

کی ایسی دردناک شکلیں نظر آئیں گی کہ اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ میری بیٹی عزیزہ فائزہ جب قادیان جلسے پر گئی تو واپسی پر امرتسر اسٹیشن پر گاڑی پکڑنے لگی۔ دو بچے بھی ساتھ تھے۔ کھانے کے لئے چیزیں نکالیں تو وہاں چھوٹے چھوٹے غریب بھوکے بچوں کا ایک ہجوم آگیا۔ اور وہ کہتی تھی کہ صاف نظر آتا تھا کہ بھوکے ہیں، صرف پیشہ ور بھکاری نہیں ہیں۔ چنانچہ اُس نے وہ کھانا ان میں تقسیم کیا۔ پھر اس کے بعد قادیان سے جو دوستوں نے تحفے دیئے ہوئے تھے، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ، وہ نکالیں، وہ تقسیم کیں۔ اور جو بات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ نہیں کہ اُس نے تقسیم کیں۔ یہ تو ہر انسان جس کے سینے میں انسانی دل دھڑک رہا ہو وہ یہی کرے گا لیکن

جو خاص بات قابلِ توجہ ہے،

وہ یہ ہے کہ ان غریبوں میں بھی انسانیت کا اعلیٰ معیار پایا جاتا ہے انسانیت ان غریب ملکوں میں چھوٹی سطح پر زیادہ ملتی ہے بہ نسبت اونچی سطح کے۔ اس نے بتایا کہ جب سب کچھ تقسیم ہو کے ختم ہو گیا تو میرے پاس کوکا کولا کا ایک ٹِن (TIN) تھا، میں نے کہا وہ بھی ان کو پلاؤں۔ تو ایک بڑی بچی کو دے دیا۔ اُس نے ایک گھونٹ پیا اور پھر ایک ایک بچے کو ایک ایک گھونٹ پلاتی تھی اور گھونٹ پلانے کے بعد اس طرح اُس کے چہرے پر طمانیت آتی تھی جس طرح ماں بھوکے بچے کو دودھ پلا کر تسکین حاصل کرتی ہے اور مسکرا کے ان کی طرف دیکھتی تھی کہ دیکھیں کیسا مزا آیا اور بچوں کی قطار لگ گئی ایک کے بعد ایک کوکا کولا کا ایک گھونٹ پیتا تھا اور سمجھتا تھا اس کو آبِ حیات مل گیا ہے۔ اس کے بعد جب گاڑی چلنے لگی تو پولیس کے روکنے کے باوجود، دھکے کھانے کے باوجود یہ بچے اتنا ممنونِ احسان تھے کہ گاڑی کے ساتھ دوڑتے چلے جاتے تھے اور سلام کرتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ جب وہ مجھ سے یہ واقعہ بیان کر رہی تھی، اُس وقت میں نے سوچا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی اس بچی کو زیادہ پیار سے دیکھ رہا ہوں یا وہ بھوکے بچے جنہوں نے احسان کے بعد اس کو پیار سے دیکھا تھا۔ اور میں نے سوچا کہ زندگی میں بعض ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب انسانی قدریں خونی رشتوں پر غالب آجایا کرتی ہیں اور انسانی تاریخ میں سب سے بڑا انسانی تعلقات کے خونی رشتوں پر غالب آنے کا دور

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے عہد میں

آیا۔ بلاشبہ وہ ایک ایسا دور تھا کہ ہر خونی رشتہ

نمائندگی کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اور انسانی قدروں کو عظمت محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بلند کر دیا تھا کہ مکارم الاخلاق پر آپ کا قدم تھا۔ وہ دَور ہے جسے واپس لانے کی ضرورت ہے۔ یہ انسانی قدریں ہیں جو تیسری دنیا کو بچائیں گی۔ یہ قدریں تو آپ کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہی ہیں اور خدا کی تقدیر بڑی قوموں کے قدموں کے نیچے آپ کو پامال کرتی چلی جا رہی ہے کیوں خدا کی تقدیر کے اس اشارے کو آپ نہیں سمجھتے افسوس ہے کہ

یہ دونوں ملک کشمیر کی جنت اپنانے کی لالچ میں

اپنے ملکوں کے غرباء کو جہنم میں جھونک رہے ہیں۔

پس تیسری دنیائیں جتنے دومرتبے چاہیں حل اختیار کر لیں جب تک عزتِ نفس کو زندہ نہیں کیا جاتا، جب تک وقار کو زندہ نہیں کیا جاتا، جب تک احسان کے جذبوں کو زندہ نہیں کیا جاتا، جب تک تمام انسانی قدروں کی حفاظت کا عہد نہیں کیا جاتا اور اس عہد کو پورا کرنے کے سامان نہیں کئے جاتے اس وقت تک تیسری دنیا کی تقدیر بدل نہیں سکتی اور تیسری دنیا آزاد نہیں ہو سکتی۔

پس ترقی یافتہ قومیں جن کو پہلی دنیا کہا جاتا ہے، نہ صرف آزاد ہیں بلکہ آپ کو غلام بنانے کے لئے پہلے سے زیادہ مستعد اور تیار ہو رہی ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اقتصادی قدم اس نہج پر ہے کہ اس کے بعد یہ چاہیں نہ چاہیں، یہ ان قدموں کے ذریعہ تیسری دنیا کی غریب قوموں کو مزید پامال کرنے پر مجبور ہوتی چلی جائیں گی۔ کیونکہ یہ اپنا معیار نہیں گرا رہیں اور ان کی سیاسی طاقتوں میں یہ استطاعت ہی نہیں ہے کہ اپنی قوم کو معیار گرانے کے مشورے دیں جو پارٹی ایسا کرے گی وہ پارٹی انتخاب ہار جائے گی۔ اس لئے یہ ایسے خلیفہ چکر میں جکڑے جا چکے ہیں کہ ظلم پر ظلم کرنے پر اب مجبور ہو چکے ہیں۔ اس لئے اپنے دفاع کے لئے تیسری قوموں کو خود اُٹھنا ہو گا۔ اس کے بغیر نہ ان کو اپنی قوموں سے آزادی ہو سکتی ہے، نہ اپنی بد اخلاقیوں سے آزادی ہو سکتی ہے، نہ ان سب لعنتوں سے آزادی مل سکتی ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جب تک ان بیماریوں کا شکار ہوں تو پھر یہ شکوہ کیسا کہ ہم مر رہے ہیں اور گدھیں ہمارے پاس آ کر بیٹھی ہماری موت کا انتظار کر رہی ہیں۔ اور تیسرے کے لئے آپ کے جسم کے اندر بیماری پیدا ہوتی ہے اور وہ بیماری جراثیم کو دعوت دیتی ہے۔ جراثیم سے بھی بیماری پیدا ہوتی ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ صحت مند جسم کو جراثیم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پس بیماری کا آغاز اندر سے ہوتا ہے نہ کہ باہر سے۔ جب جسموں کی دفاع کی طاقت ختم ہو جائے تو پھر جراثیم وہاں پہنچتے ہیں اور جسموں پر قبضہ پا لیتے ہیں۔ اور جب ان کا قبضہ مکمل ہو جاتا ہے تو پھر یہ جسم لازماً موت کے منہ میں جا سوتے ہیں اور پھر گدھوں کا آنا اور ان کی بوٹیاں نوچنا اور ان کی ہڈیاں جھنجھوڑنا یہ ایک قدرتی عمل ہے جس نے بعد میں لازماً آنا ہے امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تقدیر ہے جسے کوئی دنیا کی طاقت آپ کو بچا نہیں سکتی اگر آج آپ خود فیصلہ نہ کریں۔

پس پیشتر اس کے کہ آپ اس کنارے تک پہنچ جائیں اور پھر آپ کی لاشیں خواہ کھلے میدان میں عبرت کا نشان بن کر پڑی رہیں یا قبروں میں دفن کی جائیں، اگر آج آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ

حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

کے بیان فرمودہ اخلاق کو اور بیان فرمودہ تعلیم کو اپنا لائحہ عمل بنائیں گے اور انسانی قدروں کی حفاظت کریں گے اور کھوئی ہوئی قدروں کو دوبارہ نافذ کریں گے تو غیروں کی ذلت آمیز غلامی سے نجات کا صرف یہ طریق ہے اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں ہے۔

پس ایک اور بڑی اہم بات یہ ہے کہ خلیج کی جنگ اور اس کے دوران ہونے والے واقعات نے تیسری قوموں کو ایک اور سبق بھی دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

اقوام متحدہ کا نظام بوسیدہ ہو چکا

ہے یعنی جہاں تک تیسری دنیا کے مفادات کا تعلق ہے اقوام متحدہ کا نظام بالکل بوسیدہ اور ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے لائق بن چکا ہے۔ جب تک روس کے ساتھ امریکہ کی مخالفت تھی یا رقابت تھی اس وقت
تک اقوام متحدہ کے نظام میں غریب ملکوں کو تباہ کرنے کی ایسی صلاحیت موجود نہیں تھی کیونکہ امریکہ بھی ویٹو کر کے کسی غریب ملک کی حفاظت کر سکتا تھا اور روس بھی ویٹو کر کے کسی غریب ملک کی حفاظت کر سکتا تھا اور فیصلہ صرف اس بات پر ہوتا تھا کہ امریکہ کا دوست غریب ملک ہے یا روس کا دوست غریب ملک ہے۔ اب تو ساری دنیا میں کسی غریب ملک کو سہارا دینے کے لئے کوئی باقی نہیں رہا۔ اتفاق نیکی پر نہیں ہوا اتفاق بدی پر ہو چکا ہے۔

پس قرآن کریم نے جب یہ فرمایا۔ تعاونوا علی البرّ والتقوٰی تو اس کا مطلب صرف تعاون نہیں ہے، یہ مطلب ہے کہ صرف نیکی پر اکٹھے ہوا کرو۔ بدی پر تعاون نہ کیا کرو۔ لیکن سیاسی دنیا کے تعاون اس بات پر ہوتے ہیں کہ نیکی یا بدی کی بحث ہی نہیں ہے، ہمارے مشترکہ مفاد میں جو بات ہو گی ہم اس پہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ پس یہ فیصلے ہیں جو دنیا میں ہو چکے ہیں۔ روس اور امریکہ کے درمیان یہ فیصلے ہو چکے ہیں اور چین کو اس وقت ایسی حالت میں ایک طرف پھینکا گیا ہے۔ کہ اس میں طاقت نہیں ہے کہ وہ دخل دے سکے اور ابھی اس کو اقتصادی لحاظ سے مزید کمزور کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔ اگر یہ صورت حال اسی طرح جاری رہی تو اس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کا ادارہ اور اس سے منسلک تمام ادارے سیکیورٹی کونسل وغیرہ صرف کمزور ملکوں پر ظلم کے لئے استعمال کئے جائیں گے اور ان کے فائدے کے لئے استعمال ہو ہی نہیں سکتے۔ صرف اُن کے فائدے کے لئے استعمال ہوں گے جو ان قوموں کی غلامی کو تسلیم کر لیں۔ اور ان کے پاؤں چاٹیں، ان کے لئے اقوام متحدہ کا ادارہ دولتیں بھی لائے گا۔ سہولتیں بھی پیدا کرے گا، ان کو عزت کے خطابات بھی دے گا اور ان کی طرف دوستی کے ہاتھ بھی بڑھائے گا۔ ہر قسم کے فائدے جو ذلت اور رسوائی کے نتیجے میں کمینگی سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ تیسری دنیا کے ملکوں کو حاصل ہو سکیں گے۔ لیکن عزت کے ساتھ، وقار کے ساتھ، سربلندی کے ساتھ اگر اس دنیا میں اس یونائیٹڈ نیشنز کے ساتھ وابستہ رہ کر کوئی قوم زندہ رہنا چاہے تو اس کے کوئی امکان نہیں ہیں۔

پس ایک حل اس کا یہ ہے کہ جس طرح پہلی جنگ کے بعد 1919ء میں لیگ آف نیشنز (League of Nations) بنی پھر دوسری جنگ کے بعد 1945ء میں یونائیٹڈ نیشنز (United Nations) کا قیام عمل میں آیا۔ اب اس خوفناک یکطرفہ جنگ کے بعد تیسری دنیا کی ایک نئی یونائیٹڈ نیشنز کا قیام کیا جائے اور اس میں صرف غریب اور بے بس ممالک اکٹھے ہوں۔ وہ جو NEUTRALITY (نیوٹریلٹی) کی تحریک چلی تھی کہ نیوٹرل ممالک اکٹھے ہوں وہ بوسیدہ ہو چکی ہے اس کے اب کوئی معنے نہیں رہے، اس میں جان ختم ہو چکی ہے۔ اب ایک نئی تحریک چلنی چاہیئے جس میں ہندوستان اور پاکستان اور ایران اور عراق وغیرہ ایک بہت ہی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن اس میں مذہبی تعصبات کو بیچ میں سے نکالنا ہو گا۔

اس لئے ایک مشورہ میرا یہ بھی ہے کہ مسلمان ممالک اگرچہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کے تعلق رکھیں خاص بھائی چارے کے نتیجے میں ذمہ داریاں ادا کریں لیکن مسلمان شخص کو غیر مسلم شخص سے لڑائیں نہیں۔ اگر یہ POLARIZATION یعنی یہ

تقابل باقی رہا کہ مسلمان ایک طرف اور غیر مسلم ایک طرف تو خواہ غیر مسلم کہتے وقت آپ دماغ میں صرف مغربی طاقتیں رکھتے ہوں لیکن جاپان بھی غیر مسلم ہے، کوریا بھی غیر مسلم ہے، ویت نام بھی غیر مسلم ہے ہندوستان بھی غیر مسلم ہے۔ غرضیکہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ہیں، وہ سمجھتی ہیں کہ پیغام ہمیں بھی پہنچ گیا ہے۔ اس لئے نہایت ہی جاہلانہ خودکشی والی پالیسی ہے کہ مسلمان کے تشخص کو غیر مسلم کے تشخص سے لڑا دیں اور اس کے نتیجے میں کچھ بھی حاصل نہ کریں اور جو کچھ حاصل ہے وہ کھو دیں۔ پس دنیا میں تیسری دنیا کے اتحاد قائم ہو ہی نہیں سکتے جب تک

قرآن کریم کی تعلیم

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔ پر عمل نہ کیا جائے اور اس تعلیم میں مذہبی اختلاف کا ذکر ہی کوئی موجود نہیں۔ اس تعلیم کی رُو سے مشرک سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے، یہودی سے بھی ہو سکتا ہے۔ عیسائی سے بھی ہو سکتا ہے، دہریہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مذہب کا کوئی ذکر ہی نہیں بِرّ اور تقویٰ ہونا چاہیئے۔ ہر اچھی بات پر تعاون کرو۔

پس تعاون کے اصول کے اوپر ان قوموں کے ساتھ وسیع تر اتحاد پیدا کرنا اور اس کے نتیجے میں ایک نئی UNITED NATIONS OF POOR NATION کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ اب ضرورت ہے کہ دنیا کی غریب قوموں کی ایک متوازی اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی جائے جس کے منشور میں محض اسی حد تک اختیارات درج ہوں جس حد تک ان کے نفاذ کی اس انجمن کو طاقت ہو اور ہر ممبر ملک کے لئے اس عہد نامہ پر دستخط کرنے ضروری ہوں کہ وہ اس ادارے سے منسلک رہتے ہوئے ہر حالت میں عدل کی بالادستی کو تسلیم کرے گا

تیسری دنیا کے الجھے ہوئے معاملات اور قضیوں کو حل کرنے کے لئے اسی ادارہ کی سرپرستی میں دو طرفہ گفت و شنید کا منصفانہ اور مؤثر نظام قائم کیا جائے اور کمزور قوموں میں اس رجحان کو تقویت دی جائے کہ کوئی فریق اپنے قضیوں کو حل کرنے کے لئے ترقی یافتہ قوموں کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ اور انہیں اپنے قضیے نپٹانے میں دخل کی اجازت نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بعض تیل پیدا کرنے والے ملک بھی ایک نئی اوپیک (OPEC) کی بنیاد ڈالیں یعنی ایسی اوپیک جس میں امریکہ کے وفادار غلاموں کو شامل نہ کیا جائے۔ امریکہ سے تعاون کرنے والے بے شک شامل کئے جائیں کیونکہ ہمارا اصول یہ ہے ہی نہیں کہ مخالفت کی خاطر کوئی اتحاد قائم کئے جائیں گے۔ قرآن نے کہیں اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ اتحاد نیکی پر ہونا چاہیئے مگر کسی ملک کا اگر بڑی طاقتوں کے ساتھ بے اصولی پر اتحاد ہو چکا ہو اور ان کا یہ اتحاد قیام عدل کے لئے خطرہ بن جائے تو اس کے نتیجے میں غریب ممالک کے مفادات قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ پس لازم ہے کہ تیل پیدا کرنے والے بعض ممالک اپنے وفاع کی خاطر نیا اتحاد کریں۔ مثلاً ایران ہے عراق ہے۔ نائیجیریا ہے۔ انڈونیشیا، لائبیریا، سبا وغیرہ ہیں۔ اسی طرح جن دوسرے ملکوں میں جہاں کسی حد تک تیل ملتا ہے وہ آپس میں اکٹھے ہو کر اپنی ایک اوپیک بنائیں اور اگر یہ مشترکہ طور پر اپنی POLICIES طے کریں گے تو ان کے اوپر اس طرح ظلم کے ساتھ مغربی دنیا کی POLICIES کو مسلط نہیں کیا جا سکتا جس طرح عراق پر مسلط کر کے اُسے غیر حکیمانہ طرز عمل پر مجبور کر دیا گیا۔ سعودی عرب اور کویت وغیرہ کچھ عرصے تک اپنی زیادہ تیل کی قوت کے نتیجے میں اس نئی اوپیک کو کچھ مجبور کر سکتے ہیں مگر اپنی دُھن اور اصولوں پر اگر یہ قائم رہیں تو تھوڑی دیر کے بعد دباؤ کا یہ کھیل ختم ہو جائے گا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اس کے بہت مفید نتائج ظاہر ہوں گے۔

تیسری دنیا کے وہ ممالک جن میں تیل نہیں ہے ان کو بھی اپنی ایک متحدہ بے تیل کے ملکوں کی انجمن بنانی چاہیئے کیونکہ جب بھی دنیا میں کسی قسم کے فسادات ہوتے ہیں، ہنگامے ہوتے ہیں، جنگیں ہوتی ہیں تو یہی بیچارے ممالک ہیں جو غریب سب سے زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ پس اپنے تحفظات کے لئے ان کو اکٹھے ہو جانا چاہیئے اور تیل والے ملکوں سے کچھ لمبے سمجھوتے کرنے چاہئیں تاکہ گذشتہ تجارب کی روشنی میں آئندہ کے احتمالات سے بچنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہو سکے

اس ضمن میں ایک اور چھوٹا سا اتحاد قائم کرنا بھی ضروری ہے، وہ ممالک جو تیل پیدا کرنے والے ممالک کو مزدور مہیا کرتے ہیں انہوں نے کبھی نہیں سوچا کہ ان کے مزدوروں کو اس طرح ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے اور ایسا ظالمانہ سلوک اُن سے ہوتا ہے اور ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا کہ اس کے نتیجے میں قومی غیرت کچلی جاتی ہے اور قوم کے اندر ایک بے حیائی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ مجھے تو جانے کا موقعہ نہیں ملا مگر بعض مسافروں نے گلف میں کام کرنے والے بعض مزدوروں سے اس سلوک کے جو قصے سنائے ہیں جو ہوائی اڈوں پر اترتے ہی اُن سے شروع ہو جاتا ہے اس کا سننا ہی ایک باغیرت شخص کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ مثلاً ہوائی اڈوں پر جب پاکستانی جہاز پہنچتے ہیں تو مقامی سپاہی ڈنڈے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے، سوٹیاں اٹھائی ہوئی، ان کے ٹخنوں پر مارتے ہیں کہ یوں سیدھے ہو، یہاں کھڑے ہو، ایسے قطار بناؤ اور ایسا ذلت آمیز سلوک ان سے ہوتا ہے کہ جس طرح گائے بھینسوں کو ظالم ممالک میں ہانکا جاتا ہے۔ جو ترقی یافتہ ممالک ہیں ان میں تو گائے بھینسوں کی بھی اس سے بہت زیادہ عزت کی جاتی ہے تو یہ کب تک برداشت کریں گے؟ غلاموں کی طرح ان سے سلوک اور پھر ان کی کمائیوں کا کوئی تحفظ نہیں مزید کتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ غریب مزدوری کرنے جاتے ہیں اور وہ مزدوری کے نتیجے میں ساری عمر کی کمائیاں لاکھ دو لاکھ جمع کرتے ہیں، اگر ان کا مالک ناراض ہو جائے اور فیصلہ کرے کہ ان کو ان کا حق نہیں دوں گا تو معاہدہ اس قسم کا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے اختیار میں ہے کہ نہ دے۔ اگر عدالت میں جائیں بھی تو وہاں ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ تو نوکر رکھنے والا اگر ظالم اور سفاک ہو اور اس کو یقین ہو کہ میں جو چاہوں گا کر لوں گا تو نوکر کو تو غلام سے بھی زیادہ ذلت نصیب ہوتی ہے پس ان ممالک کو ہندوستان پاکستان فلپائن وغیرہ یا جن جن ممالک سے لوگ آتے ہیں وہاں اکٹھے ہو کر یہ فیصلے کرنے چاہئیں کہ ہم اپنے

مزدوروں کو عزت اور وقار

کا تحفظ دیں گے اور اگر ان کی حق تلفی کی گئی یا اُن سے بدسلوکی کی گئی تو سب مزدور مہیا کرنے والے ممالک مل کر آجر ممالک پر دباؤ ڈال کر اپنے مزدوروں کے حق دلوائیں گے۔ اس طرح توازن پیدا ہو جائیں گے اور توازن کے نتیجے میں امن پیدا ہوتا ہے کیونکہ توازن

مسلسل دیکھیں ←

اعلان نکاح

۱- مستی مبارک احمد ابن مکرم نذیر احمد صاحب ڈنڈوتی کا نکاح ہمراہ مسماۃ ظہور بیگم بنت مکرم محمود احمد صاحب، ڈنڈوتی بعوض مہر پانچ ہزار ایک صد روپے محترم مبارز ... صاحب مؤذن نے پڑھا۔

۲- جمیلہ پروین بنت عبد العزیز خان صاحب پینٹر کا نکاح مسمی اقبال احمد فراش ابن غلام جیلانی صاحب فراش کے ساتھ بعوض مہر پانچ ہزار ایک صد روپے قرار پایا۔ یہ محترم مولوی سید کلیم الدین صاحب مبلغ سلسلہ نے نکاح پڑھایا۔ ... روپے ... میں ادا کئے گئے۔ رشتہ بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔

(ادارہ)

ہی عدل کا دوسرا نام ہے جس کو قرآن کریم نے میزان بھی قرار دیا ہے۔ پس امن بڑی قوموں کے طاقتور بادشاہوں یا ڈکٹیٹروں یا صدروں کے تحکمات سے تو قائم نہیں ہوا کرتا۔ امن تو لازماً توازن کے نتیجے میں قائم ہوں گے اور توازن عدل سے پیدا ہوتا ہے بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ـــــ پس تمام عالمی سیاست میں نئے توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس عہد کی ضرورت ہے کہ ہماری ہر انجمن، ہمارا ہر اتحاد عدل کی بالا دستی کے اصول پر قائم ہوگا۔

پس یہ جتنی انجمنوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں یہ بنیادی شرط ہونی چاہیئے کہ ہر شامل ہونے والا ملک یہ عہد کرے کہ

میں عدل کی بالا دستی کو تسلیم کرتا ہوں،

اپنے مفادات کی بالا دستی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور پھر ایسے انتظام ہونے چاہئیں کہ عدل کی بالا دستی کا واقعی کوئی نہ کوئی ذریعہ پیدا کیا جائے اور جو عدل کا احترام نہیں کرتا اُس کو اس نظام سے الگ کر دیا جائے۔

جو موجودہ یونائیٹڈ نیشنز (United Nations) ہے اس میں کئی قسم کے اندرونی تضادات بھی ہیں، ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے تاکہ نئی انجمنوں میں ایسے تضادات پیدا نہ ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ یہ عجیب ظالمانہ قانون ہے کہ اگر ساری دُنیا میں امریکہ، روس، چین وغیرہ پانچ ملکوں میں سے صرف ایک مُلک کسی مُلک پر ظلم کرنے کا فیصلہ کر لے تو جس پر چاہے اس پر حملہ کروا دے۔ اس کے لئے عالمی طاقتوں کو جوابی کاروائی کا کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا جب تک سیکیورٹی کونسل کے مستقل ممالک میں سے ایک مُلک اس بات پر قائم رہتا ہے کہ میں کسی کو اس مُلک کے خلاف جوابی کاروائی کی اجازت نہیں دوں گا۔

اس کا نام وِیٹو ہے۔

یہ فیصلہ آج تک نہیں ہوا کہ یونائٹڈ نیشنز یا سیکیورٹی کونسل کی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ عدلیہ ہے؟ اگر یہ عدلیہ ہے تو پھر بین الاقوامی عدالت کی کیا ضرورت ہے؟ اگر یہ عدلیہ نہیں ہے تو جھگڑوں میں فیصلہ کرتے وقت یہ کیسا فیصلہ کر سکتے ہیں؟ اور پھر عدلیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس فیصلے کو بزور نافذ کرنے کا اختیار بھی ان کو نہیں ہو سکتا۔ اور اگر عدلیہ ہے تو ان کے عدل کا اثر کہاں کہاں تک جائے گا؟ وہ قومیں جو ان کی ممبر نہیں ہیں ان پر بھی پڑے گا کہ نہیں؟ یہ ایک اور سوال ہے جو اس کے نتیجے میں اُٹھتا ہے۔

پھر اگر یہ محض ایک مشاورتی ادارہ ہے تو فیصلوں کو بزور نافذ کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں محض اسی حد تک اخلاقی دباؤ کا ضابطہ طے ہونا چاہیئے جس کا سب قوموں کے خلاف برابر اطلاق ہو سکے۔

اور اگر یہ محض تعاون کا ادارہ ہے تو تعاون کس طرح لیا جائے اور کون کون سے ذرائع اختیار کئے جائیں اور اگر تعاون حاصل نہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟ یہ سب فیصلے ہونے والے ہیں۔

اسی طرح اگر یہ محض فلاح و بہبود کے کاموں میں غریب قوموں کی مدد کرنے کا ادارہ ہے تو اس پہلو سے بھی یہ حیثیت واضح اور معیّن ہونی چاہیئے اور سیاست اور رنگ و نسل سے بالا رہ کر غریب قوموں یا آفت زدہ علاقوں کی امداد کا ایسا لائحہ عمل تیار ہونا چاہیئے جس کی رُو سے اقوام متحدہ کی انتظامیہ آزادانہ فیصلے کر سکے اور آزادانہ تنفیذ کی اہلیت بھی رکھتی ہو۔

یہ سوال بھی لازماً طے ہونا چاہیئے کہ اقوام متحدہ کی انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے فیصلوں کے نفاذ کو کیسے یقینی بنایا جائے کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی اُسے ماننے پر مجبور ہو۔ جب تک ان سوالات کا تسلّی بخش جواب نہ ہو جس سے غریب اور کمزور قوموں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت ملتی ہو، یہ ادارہ محض طاقتور قوموں کی اجارہ داری کا ایک پُر فریب آلۂ کار بنا رہے گا۔

ایک سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ عدلیہ ہے تو یہ سوال اُٹھے گا کہ ایک ایسا غریب ملک جس کی حمایت میں نہ امریکہ ہو، نہ روس ہو، نہ چین ہو، نہ فرانس ہو، نہ برطانیہ ہو اور اس کے حق میں اگر اقوام متحدہ کوئی بڑا فیصلہ کر دیتی ہے یعنی دو تہائی کی اکثریت سے فیصلہ کر دیتی ہے کہ یہ مظلوم مُلک ہے اس کی حمایت ہونی چاہیئے تو اس فیصلے کو نافذ کیسے کریں گے؟ وہ کیسی عدلیہ ہے جسے فیصلوں کو نافذ کرنے والی طاقتوں کا تعاون نصیب نہ ہو، اور تعاون حاصل کرنے کا قطعی ذریعہ اُسے میسّر نہ ہو۔

اس کی مثال تو ویسی ہی ہے کہ جیسے ایک دفعہ جب امریکہ کے ریڈ انڈینز نے امریکہ کی حکومت کے خلاف وہاں کی عدالت عالیہ میں اپیل کی اور یہ مسئلہ وہاں کی سپریم کورٹ کے سامنے رکھا کہ بار بار امریکہ کی حکومت نے ہم سے معاہدے کئے اور بار بار ان کی خلاف ورزی کی۔ بار بار جھوٹے تحفظات دیئے اور بار بار وہ علاقے جن کے متعلق قطعی طور پر تحریری معاہدے تھے کہ یہ ہمارے ہو چکے اور مزید اُن میں دخل نہیں دیا جائے گا، دخل دے کر ہم سے خالی کروائے گئے۔ اور ہمیں دھکیلتے دھکیلتے یہ ایک ایسی حالت میں لے گئے ہیں کہ جہاں ہماری اب بقا ممکن نہیں رہی۔ اب سوال زندہ رہنے یا نہ زندہ رہنے کا ہو گیا ہے۔ اس پر امریکہ کی سپریم کورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ انہوں نے کہا بالکل صحیح شکایت ہے۔ ان تمام معاملات میں جو ہمارے سامنے رکھے گئے ہیں حکومت نے غیر منصفانہ طریق اختیار کیا ہے اور ریڈ انڈینز کا حق ہے کہ پُرانے سب فیصلوں کو منسوخ کر کے ان کے حقوق بحال کئے جائیں۔ جب یہ فیصلہ ہوا تو امریکہ کے صدر نے کہا کہ عدالتِ عالیہ کا فیصلہ سر آنکھوں پر لیکن اب عدالتِ عالیہ کو چاہیئے کہ اس کو نافذ بھی کر دے۔ تو بالکل وہی حیثیت آج یونائیٹڈ نیشنز کی ہے ان پانچوں میں سے جن کو PERMANENT MEMBERS کہا جاتا ہے اگر ایک بھی چاہے کہ فیصلہ نافذ نہیں ہو سکتا، تو نہیں ہو سکتا۔

عجیب انصاف کا ادارہ ہے کہ جس کے خلاف بڑی طاقتیں سر جوڑیں اور ظلم پر اکٹھی ہو جائیں تو وہاں ہر چیز نافذ ہو جائے گی لیکن جہاں یہ فیصلہ ہو کہ نافذ نہیں ہونے دینا تو وہاں دُنیا کا کوئی مُلک، الگ الگ یا سارے مل کر بھی کوشش کریں تو اسکے مقابل پر ایک ملک کھڑا ہو سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور اگر اتفاق بھی کر جائے جیسا کہ فلسطین کے مسئلے میں کئی ریزولیوشنز میں پانچوں طاقتوں نے اتفاق بھی کر لیا کہ اسرائیل وہ علاقے خالی کر دے تو اگر وہ پانچوں اتفاق بھی کر جائیں تب بھی فیصلہ نافذ نہیں ہو سکتا۔ یہ عجیب قسم کا امنِ عالم کا ادارہ ہے اور عجیب قسم کی یونائیٹڈ نیشنز (UNITED NATIONS) ہے۔ فیصلے کرنے کا اختیار ہے، فیصلے نافذ کرنے کا اختیار نہیں۔ فیصلے نافذ کرنے کا اختیار بڑی طاقتوں کو ہے اور بڑی طاقتوں کی مرہون منت تمام دُنیا کی قومیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ ادارہ زندہ رہنے کے لائق نہیں ہے۔ یہ غلامی کو جاری رکھنے کا ادارہ ہے۔ غلامی کے تحفظات کا ادارہ ہے۔ آزادی کے تحفظات کا ادارہ نہیں۔

اس لئے اگر آج تیسری دُنیا کی قوموں نے اس ادارے کے خلاف

مسلسل بغاوت بلند نہ کیا یا یہ کہنا چاہیئے کہ ان کو انصاف کے نام پر تعاون پر مجبور نہ کیا اور اپنے قوانین بدلنے پر مجبور نہ کیا تو دنیا کی قومیں آزاد نہیں ہو سکیں گی اور یہ ادارہ مزید خطرات لے کر دنیا کے سامنے آئے گا اور ایسے بار بار بعض خوفناک مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اس کی تفصیل میں جانے کی اس وقت ضرورت نہیں۔

اب میں آخری بات آپ کے سامنے یہ رکھنا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کو بھی آج مخاطب ہو کر میں ایک مشورہ دے رہا ہوں۔ عام طور پر مسلمانوں میں یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ اسرائیل کا قیام مغرب کی سازش کے نتیجے میں، اسرائیل کی چالاکیوں کے نتیجے میں ہوا ہے، یہ اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن اگر خدا کی تقدیر یہ نہ چاہتی تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس تقدیر کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کس تقدیر نے آج اسرائیل کا مسئلہ کھڑا کیا ہے اور اسی تقدیر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مسئلے کا کیا حل ہے۔ پس میں قرآن اور حدیث پر بناء رکھتے ہوئے اس مسئلے کو آج آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں اور اسرائیل کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کیونکہ آج اس عالم کا انحصار اسرائیل پر ہے اور اسرائیل کے فیصلوں پر ہے اور یہی باتیں قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں سورۂ اسراء جسے بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے، اس میں اس مسئلے پر چند آیات ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ آیت نمبر ۵ یعنی اگر بسم اللہ کو شمار کریں تو پانچ ورنہ چار فرماتا ہے:

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

کہ ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ مقدر کر دیا تھا کتاب میں یعنی غالباً زبور مراد ہے یا تقدیر کی کتاب ہو سکتی ہے۔ بہر حال ہم نے کتاب میں اسرائیل کے ضمن میں یہ تقدیر بنا دی تھی، یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ کہ تم یقیناً دو دفعہ زمین میں فساد برپا کرو گے وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا اور بہت بڑی بغاوتیں کرو گے۔ اگلی چھٹی آیت فرماتا ہے:

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۝

کہ جب پہلا وعدہ پورا ہونے کا وقت آیا تو ہم نے تم پر ایسے بندے مبعوث فرما دیئے جو بہت شدید جنگ کرنے والے بندے تھے۔ ہمارے بندے ایسے تھے جو نہایت سخت جنگجو تھے۔ وہ تمہارے گھروں کے بیچ میں گھس گئے۔ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا۔ اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ اس وعدے کو کوئی ٹال نہیں سکتا تھا کہ پہلی بغاوت تم کرو اور تمہیں سزا ملے اور وہ سزا دے دی گئی۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝

پھر ہم نے تمہیں دوبارہ ان پر ایک طاقت عطا کر دی، غلبہ عطا فرما دیا اور ہم نے تمہاری مدد کی اسی ذریعے سے، اموال کے ذریعے سے بھی اور اولاد کے ذریعے سے بھی اور پھر ہم نے تمہیں بڑھاتے ہوئے ایک بڑی طاقت بنا دیا۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ

لیکن اس مشورہ کے ساتھ کہ اگر تم اب حسن سلوک کرو گے اور یہی رویہ ترک کر دو گے تو دراصل اپنے سے ہی حسن سلوک کرنے والے ہو گے اور اگر تم نے پھر وہی بدی اختیار کی جو پہلے کر چکے تھے تو پھر وہ بدی بھی تمہارے خلاف ہی پڑے گی یعنی عملاً تم اپنے سے وہ بدی کرنے والے ہو گے۔ فرمایا:

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ

پھر دوسری دفعہ وعدہ پورا کرنے کا وقت بھی آگیا جیسا کہ دو وعدے کئے گئے تھے۔

لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ

تاکہ یہ تقدیر پوری ہو کہ تم پھر بدی کرو گے اور اس بدی کا مزا چکھو گے اور تمہارے چہرے رسوا اور کالے کر دیئے جائیں گے۔

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝

تاکہ وہ دوبارہ مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور ایسے تباہ و برباد کر دیں۔ (یہاں ہیکل سلیمانی مراد ہے)

یہ دو وعدے تاریخ میں پورے ہو چکے، ایک تیسرا بھی ہے، اس کا بھی قرآن کریم کی اسی سورۃ میں ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت یعنی نویں آیت میں فرمایا:

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ ۚ

کہ اس کے بعد پھر جب خدا چاہے گا اور اگر خدا نے چاہا بلکہ عسیٰ کا مطلب ہے۔ ہو سکتا ہے، عین ممکن ہے کہ خدا یہ چاہے۔ أَنْ يَرْحَمَكُمْ کہ ایک دفعہ پھر تم پر رحم فرمائے لیکن یاد رکھنا جب تم پر رحم کیا جائے گا تو اس بات کو نہ بھلانا۔

وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا ۘ

اگر تم نے پھر ان سب بدیوں کا اعادہ کیا اور تکرار کی تو ہم بھی ضرور ان سزاؤں کا اعادہ کریں گے جن کے دو دفعہ تم ماضی میں مزے چکھ چکے ہو۔

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں پھر اور کوئی چوتھی حرکت ان کی طرف سے نہیں ہو گی۔ کیونکہ پھر جہنم کا ذکر ہے۔ اس کے بعد دنیا کے معاملات طے اور ختم، پھر

(مسلسل اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

ڈرائیور کی ضرورت

صدر انجمن احمدیہ کی کار کے لئے ایک تجربہ کار ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ مشاہرہ دیا جائے گا اور سروس میں استقلال ہونے کی صورت میں وہ جملہ سہولیات و مراعات دی جائیں گی جو صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنے دیگر کارکنان کو دیتی ہے۔ سلسلہ کی خدمت کرنے والوں کے لئے ایک بہترین موقعہ ہے۔

ایسی جملہ درخواستیں مقامی امیر / صدر کی معرفت سفارش کے ساتھ ماہ اپریل ۹۱ء کے اختتام تک نظارت ہذا میں آنی چاہئیں۔

مرزا وسیم احمد
ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان

بمبئی مشن ہاؤس میں ٹیلیفون کی سہولت

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بمبئی مشن ہاؤس میں ٹیلیفون لگ گیا ہے جس کا نمبر 3070445 ہے۔

بوقت ضرورت اس کے مطابق استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

آخری فیصلہ قیامت کے بعد ہوگا اور جہنم کے ذریعے سزا دی جائے گی۔

پہلے دو وعدوں کے متعلق

میں مختصراً بتا دوں کہ کس طرح پورے ہوئے ، ایک وعدہ تو شروع ہوا ۷۲۱ قبل مسیح میں جبکہ اسیریئنز (ASSYRIANS) نے یہود کی دو مملکتوں میں سے شمالی مملکت کو تاخت و تاراج کیا اور اس پر قبضہ کر لیا اور یہ سماریہ بستی سے تعلق رکھنے والی مملکت تھی جسے اسرائیل کہا جاتا تھا۔ پس ۷۲۱ قبل مسیح میں یہ واقعہ شروع ہوا ، مکمل نہیں ہوا۔ اس کی تکمیل ۵۹۷ قبل مسیح سے شروع ہوئی اور ۵۸۷ قبل مسیح میں پھر وہ دور اپنے درجۂ کمال کو پہنچا یعنی وہ طاقت جس کو توڑنے کا آغاز اسیریئنز سے ہوا تھا ، ۱۲۴ سال کے بعد دوسرا سلسلہ (اس کے توڑنے کا) شروع ہوا اور اس دفعہ بابلیوں میں سے نبوکدنضر (NEBCHADNEZZAR) نے یہودیوں کی بقیہ مملکت پر جسے جودیا کہا جاتا تھا یا جودا (JUDAH) بھی کہتے ہیں اور جس میں یروشلم دار الخلافہ ہے اس پر حملہ کیا۔

پس یاد رکھیں کہ اس وعدے کے مطابق پہلا حملہ اسرائیل کو یعنی یہودیوں کی سلطنت کو ارض کنعان میں توڑنے کے لئے ۷۲۱ قبل مسیح میں ہوا اور اسیرین نے اس کا آغاز کیا اور اس کی تکمیل کے لئے دوسرا سلسلہ نبوکدنضر نے ۵۹۷ قبل مسیح میں شروع کیا اور ۵۸۷ قبل مسیح میں مکمل کیا۔ دونوں دفعہ یہود کی طاقت کو شدید ضربیں لگائی گئیں لیکن دوسری دفعہ عملاً اُسے بالکل ملیا میٹ اور نیست و نابود کر دیا گیا۔ بے شمار یہودیوں کو قیدی بنا کر نبوکدنضر ساتھ لے گیا اور اس میں حضرت حزقیل بھی ساتھ تھے اور حضرت حزقیل کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سزا جو یہود کو ملی تھی یہ اس لئے ملی تھی کہ ان کی کتاب میں جو الٰہی محاورہ ہے وہ یہ ہے کہ ان دو بستیوں کی مثال دو کسبی عورتوں کی طرح ہو گئی تھی جو اپنا جسم بیچتی ہیں اور بے حیائی میں حد سے بڑھتی چلی جاتی ہیں اور غیروں کو اپنا دوست بناتی ہیں اور خدا سے دوستی توڑ رہی ہیں۔ بہت ہی خوفناک نقشہ کھینچا گیا ہے اور فرمایا کہ پھر جیسی سزا مقدر تھی خدا نے ان سے پھر تعلق توڑ لیا اور کہا اے کسبی عورتو ! جس کی تم ہو اُسی کی ہو رہو۔ چنانچہ واقعۃً بنوکدنضر نے ان کسبیوں کو اُٹھا کر اپنے وطن سے جدا کر دیا اور ھیکلِ سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اس کے بعد ۵۵۱ یا ۵۳ میں اس کے لگ بھگ حضرت حزقیلؑ نبی کی کوششوں سے اہلِ فارس سے تعلقات کا ایک سلسلہ شروع ہوا تھا اور ھاروت ماروت کا جو ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے یہ وہی زمانہ ہے اس کے نتیجے میں ان سے انہوں نے مدد حاصل کی۔ اگرچہ یہ انقلاب بعد میں آیا لیکن یہ حضرت حزقیلؑ کے زمانے میں ہی شروع ہوا تھا۔ چنانچہ بنوکدنضر کے دوسرے شدید حملے کے ۴۸ سال بعد یعنی اُس حملے کے ۴۸ سال بعد جس میں اُس نے یروشلم کی بستی اور فلسطین کو کلیۃً تباہ و برباد کر دیا تھا ، اہلِ فارس کی مدد سے یہود کو دوبارہ ارضِ مقدس پر غلبہ نصیب ہوا اور یہ واقعہ ۵۳۹ قبل مسیح کا ہے جبکہ سائرس (SYRUS) بادشاہ کی مدد سے یہود کو واپس یروشلم میں لا کر آباد کر دیا گیا اور اس کے بعد پھر ان کو کئی سو سال تک وہاں رہنے کی توفیق ملی اور جیسا کہ بعض دوسری کتب میں پیشگوئی کے رنگ میں یہ درج ہے کہ یہ دونوں شہر دوبارہ کسبی ہو جائیں گے اور دوبارہ گندگی اختیار کریں گے اور پھر انکو سزا ملے گی۔

پس قرآن کریم نے جو نقشہ کھینچا ہے کہ مقدر تھا کہ دو دفعہ تم زمین میں فساد کرو ، دوؔ دفعہ تم بغاوت کرو بعینہٖ اسی طرح ہوا ہے۔ پہلے فساد برپا کیا۔ اس کے بعد دوسری تو بیں آئیں پھر انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور بغاوت کے بعد کچلے گئے ہیں۔ چنانچہ دوسری دفعہ کے بعد جب سزا کا سلسلہ شروع ہوا تو رومن بادشاہ POMPEY نے ۶۳ قبل مسیح میں جودا (JUDAH) پر قبضہ کر لیا اور پھر وہاں سے ان کی تباہی کا آغاز کیا لیکن اس کے باوجود ۱۳۲ بعد مسیح تک یہ تباہی مکمل نہیں ہوئی۔ ۱۲۱ بعد مسیح میں HADRIAN (ھیڈرین) جو ایک بہت بڑا رومن EMPEROR ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رومن بادشاہوں کی تاریخ میں غیر معمولی مقام رکھتا ہے۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس کی سلطنت انگلستان سے لیکر افریقہ تک اور پھر دریائے فرات تک پھیلی ہوئی تھی اور انگلستان بھی اس کو آنے کا موقعہ ملا۔ یہاں شمال میں ایک دیوار ہے جس طرح دیوارِ چین بنائی گئی ہے ، بعض کہتے ہیں کہ یہ کوئی ۸۰ میل ، بعض کہتے ہیں ۷۶-۷۴ میل ہے۔ یہ ایک بہت بڑی دیوار ہے جو آج تک قائم ہے یہ اسی HADRIAN بادشاہ نے بنائی تھی۔ پس جب یہودیوں نے وہاں دوبارہ بغاوت کی تو اس بغاوت کو کچلنے کے لئے HADRIAN بادشاہ نے اپنے اس جرنیل کو واپس بلا لیا جو انگلستان پر حکومت کرتا تھا اور اسی نے غالباً یہاں اپنا تسلط جمائے رکھا تھا۔ بہت قابل جرنیل تھا۔ اُس کو بلا کر یہود کو کچلنے کے لئے بھجوا دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۲ء کے لگ بھگ ہوا۔ سو فیصدی تاریخ دان متفق نہیں ہیں۔ کہتے ہیں ۱۳۲ء سے لیکر ۱۳۳ - ۱۳۴ تک یہ معاملہ مکمل ہو گیا تھا۔ اُس نے ان کو ایسا خوفناک مزا چکھایا ہے بغاوت کا کہ مؤرخین کہتے ہیں کہ ۵ لاکھ یہودیوں کو وہاں تہ تیغ کیا۔ پہلے تو مجھے خیال آیا یہ ہو نہیں سکتا۔ یہ غلطی ہو گی لیکن جب میں نے قرآن کریم کی پہلی پیشگوئی کو پڑھا کہ ہم تمہیں بہت اولاد دیں گے اور بہت برکت تمہارے نفوس میں دیں گے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل درست تاریخی واقعہ ہے۔ واقعۃً اُس زمانے کے لحاظ سے ۵ لاکھ کے قریب یہودی وہاں ہلاک کیے گئے اور مسجد کو دوبارہ نیست و نابود کر دیا گیا

پس دو دفعہ ھیکل سلیمانی تعمیر ہوا اور دو دفعہ برباد ہوا۔ یہ سب کچھ جب ہو چکا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ج وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا م وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ہ۔ ابھی بھی خدا تعالیٰ کو ہو سکتا ہے تم پر رحم آ جائے۔

یعنی یہ دو ہلاکتیں پوری ہو گئیں۔ دو پیشگوئیاں اپنے وقت پر پوری ہو کر ختم ہوئیں لیکن عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ۔ یہ کب ہونا ہے اور کس طرح ہونا ہے اس کے متعلق اسی سورت کے آخر پر یہ آیت ہے ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کے زمانے کے مضمون سے تعلق رکھنے والی آیت ہے اور اسی مضمون میں گھری ہوئی یہ آیت ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ رحم کا واقعہ دورِ آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کے زمانے میں آپ کی امت کے وقت میں ہونا تھا۔ چنانچہ فرمایا :-

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْکُنُوا الْاَرْضَ

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ۔

(بنی اسرائیل : آیت ۱۰۵)

کہ جب وہ وعدۂ آخرہ آئے گا جبکہ ساری دنیا سے تمہیں اکٹھا کر کے دوبارہ اس زمین پر لے کر آنا ہے تو اس وقت خدا کی تقدیر ایسا انتظام کرے گی اور تم سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ یہ واقعہ پہلی دفعہ ہوا ہے۔ گذشتہ تواریخوں میں یہود بار بار فلسطین پر بستے رہے لیکن ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ DIASPORA یعنی وہ سارا علاقہ جہاں یہود منتشر ہوئے تھے ، اُن تمام علاقوں سے دوبارہ اکٹھے کئے گئے ہوں۔

یہ تاریخ عالم کا پہلا واقعہ ہے۔

پس دیکھیں قرآن کریم کی پیشگوئیاں کس صفائی اور کس حیرت انگیز شان کے ساتھ پوری ہوئی ہیں اور آئندہ پوری ہوں گی۔

پس یہود کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر نے تم پر رحم کھاتے ہوئے اور (NAHTSI) نازی جرمنی میں تم پر مظالم کی جو حد ہو گئی تھی اُن کے نتیجے میں یہ فیصلہ کیا کہ بہت ہو چکی ، شاید اب تم نے سبق سیکھ لئے ہوں ، تمہیں معاف کر دیا گیا اور تمہیں دوبارہ وہاں ایک غلبہ عطا کیا گیا۔ اس غلبے کو توڑنے کی مسلمان حکومتوں کو طاقت نہیں ہو گی کیونکہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک فتنہ نکلے گا جو عراق اور شام کے درمیان سے اُس چھوٹے سے سمندر کے رستے سے نکلے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا جو اسرائیل میں واقع ہے ، بحیرۂ طبریہ اس کا نام ہے جس کا حدیث میں ذکر ہے۔ یہ اسرائیل کے علاقے میں ایک چھوٹا سا سمندر ہے جس میں سے دریائے JORDAN ہو کر گزرتا ہے۔ فرمایا : وہاں

بہت بڑا لشکر جمع ہوگا اور وہ نکلے گا اور بہت بڑی طاقت ہے جو یلغار کرے گی۔ پس اگر اسرائیل نے پچھلی دو تاریخی ہلاکتوں سے سبق حاصل نہ کیا اور تلخ تجربوں سے سبق حاصل نہ کیا تو تمام دنیا کے امن کو درہم برہم کرنے کے لئے اسرائیل سے فتنہ اٹھے گا اور یہ مقدر ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسے تباہ کریں گے اور ہم ایسا انتقام کریں گے کہ وہ اور ان کے ساتھ ساری طاقتیں جو ان کی ممد اور مددگار ہیں ان کے ٹکڑے اڑا دیں اور ان کو عبرت کا نشان بنا دیں۔ آخری پیغام اس حدیث میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے گلوں میں ایسی گلٹیاں نکالے گا اور ایسی بیماریاں پیدا کرے گا جن کے ساتھ وہ بڑے ہولناک طریق پر، بڑے وسیع پیمانے پر ہلاک ہوں گے اور

یہ وہی بیماری ہے AIDS،

جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ یہ جو میرا اندازہ ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی حسب ذیل پیشگوئیوں پر مبنی ہے جو کہ حدیث میں تفصیل کے ساتھ ملتی ہیں۔

حضرت نواس بن سمعانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور تفصیل سے اس کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ حدیث تو بہت طویل ہے، میں اس میں سے صرف چند فقرے یہاں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "اِنَّہٗ خَارِجٌ خَلَّۃً بَیْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ کہ وہ شام اور عراق کے درمیان کے علاقے سے ظاہر ہوگا۔ دائیں بائیں جدھر رخ کرے گا قتل و غارت کا بازار گرم کرتا چلا جائے گا"۔ پھر فرمایا: "اس میں ایسے ابر باراں کی سی تیزی ہوگی جسے پیچھے سے تیز ہوا دھکیل رہی ہو"۔ (جیسے آج کل کے جیٹ (JET) ہوائی جہاز اڑتے ہیں)

پھر فرمایا کہ "ایسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو مبعوث فرمائے گا اور انہیں بذریعہ وحی یہ خبر دے گا کہ اِنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ کہ میں نے اب کچھ ایسے لوگ بھی برپا کئے ہیں جن سے جنگ کی کسی میں طاقت نہیں"۔

پھر مزید فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو برپا کرے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ پھلانگتے ہوئے گزر جائیں گے"۔ فرمایا: "یاجوج ماجوج کی اس ٹڈی دل فوج کے اگلے حصے، فَیَمُرُّ اَوَائِلُھُمْ عَلٰی بُحَیْرَۃِ طَبَرِیَّۃَ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا، بحیرہ طبریہ کے پاس سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور جب اس فوج کا آخری حصہ وہاں پہنچے گا تو کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا وہ اب کہاں گیا۔ ان روح فرسا حالات میں نبی اللہ مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے ساتھی رضی اللہ عنہم، اللہ کے حضور دعائیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمُ النَّغَفَ فِیْ رِقَابِھِمْ، اور یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا"¹ جو بڑے پیمانے پر تیزی سے ان کی ہلاکت کا موجب بنیں گے۔

پھر ایک دوسری حدیث میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں

"لَمْ تَظْھَرِ الْفَاحِشَۃُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِھَا اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ مَضَتْ فِیْ اَسْلَافِھِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا"۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن۔ باب العقوبات)

یعنی اگر کوئی قوم جنسی بے حیائی میں مبتلا ہو جائے اور اس کی نمائش کرے تو اس میں ایک قسم کی طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے جو ان سے پہلوں میں کبھی نہیں پھیلی۔

---

¹ صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ باب ذکر الدجال۔

یہ وہ حدیث ہے جو خصوصیت کے ساتھ

AIDS کی بیماری

کی طرف کھلے کھلے لفظوں میں اشارہ کر رہی ہے اور یہ AIDS وہ بیماری ہے جسے ایک قسم کی طاعون کہا جاتا ہے اور یہ وہ بیماری ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کبھی دنیا میں نہیں پھیلی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک نئی قسم کی طاعون پھیلنے کی خبر دی تھی۔ یہ ۱۳ر مارچ ۱۹۰۷ء کا الہام ہے۔ فرماتے ہیں۔

"یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو بہت ہی سخت ہوگی"۔ (تذکرہ صفحہ ۷۰۵)

پس ایک یہ ہلاکت ہے جو آج نہیں تو کل مقدر ہے۔ اگر ان قوموں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ان کی بداعمالیوں کے نہایت خوفناک نتائج نکلیں گے۔

اس موقعہ پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ انذاری یعنی ڈرانے والی پیشگوئیاں ہمیشہ مشروط ہوتی ہیں خواہ ظاہری لفظوں میں شرط کا ذکر ہو یا نہ ہو۔ اس کی واضح مثال حضرت یونسؑ کے واقعہ میں ملتی ہے کہ ایک قطعی پیشگوئی اُن کی قوم کی توبہ اور گریہ وزاری سے ٹل گئی۔

پس اسرائیل کی تباہی یا بقا کا فیصلہ اگرچہ آسمان پر ہوگا لیکن اگر یہود کے معتدل مزاج اور امن پسند عناصر، انتہاء پسند صیہونیوں پر غلبہ حاصل کریں اور ان کی سرشت میں داخل بہیمانہ انتقام پسندی کے پنجے کاٹ دیں اور بحیثیت قوم یہود یہ انقلابی فیصلہ کریں کہ مسلمان ہوں یا عیسائی ہر دوسری قوم سے انصاف بلکہ احسان کا معاملہ کریں گے تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ جیسا کہ قرآن کریم میں وعدہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے احسان کا سلوک فرمائے گا اور مسلمان بھی ان کے ساتھ عدل اور احسان کا سلوک کریں گے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ملاں کی سرشت اسلام کی سرشت نہیں۔ قرآن اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرشت مسلمان کو بخشی ہے اس میں

انتقام نہیں بلکہ عفو اور بخشش اور رحم کا جذبہ غالب ہے۔

عیسائی مغربی قوموں کو بھی میں خلوص دل سے یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ قرآن اور احادیث میں مندرج پیشگوئیوں میں آپ کے لئے جن عبرتناک سزاؤں کا ذکر ملتا ہے انہیں حقارت اور استہزاء کی نظر سے نہ دیکھیں۔ آسمانی نوشتے کبھی زمینی چالاکیوں سے ٹالے نہیں جا سکتے۔ اگر ٹالے جا سکتے ہیں تو

سچی توبہ اور استغفار اور پاک تبدیلی سے۔

اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت جو اس کے غضب پر حاوی ہے ہر مقدر سزا کو ٹالنے یا کالعدم کرنے پر قادر ہے۔ (باقی صفحہ اگلے صفحہ پر)

قائدین مجالس بجٹ فارم جلد بھیجیں!

◆ جملہ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کو تاکید کی جاتی ہے کہ امسال کا سالانہ بجٹ نئی شرح کے مطابق بنا کر دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت قادیان میں ارسال کریں اور اسی کے مطابق وصولی کریں قبل ازیں بھی اخبار بدر اور ایک سرکلر کے ذریعہ اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی تھی بعض مجالس کی طرف سے تاحال بجٹ فارم تیار ہو کر نہیں آئے۔ ایسی مجالس جلد از جلد اپنے بجٹ فارم ارسال کریں۔

◆ اسی طرح اپنی مجلس میں ناظم تحریک جدید مقرر کریں اور دفتر تحریک جدید میں حصہ لینے والے خدام کی فہرست ارسال کریں نیز جو خادم حصہ نہیں لے رہے ہیں ان کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔

مہتمم مال و تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

پس ضروری ہے کہ اپنی سیاسی اور اقتصادی اور اخلاقی اور معاشرتی طرزِ فکر میں بنیادی تبدیلی پیدا کریں ۔ ہر میدان میں بلا استثناء عدل کے تقاضوں کو قومی اور نسلی مفادات کے تقاضوں پر غالب کریں ۔ غریب اور کمزور قوموں سے حُسنِ سلوک کریں ۔ اگر اسلام قبول نہیں کر سکتے تو کم سے کم توراۃ اور انجیل کی پاکیزہ تعلیم ہی کی طرف لوٹیں اور اپنی تہذیب کو ہر لحظہ بڑھتی ہوئی بے حیائی سے پاک کریں ۔ اگر آپ ایسا کریں تو آپ کی تقدیرِ شر، تقدیرِ خیر میں بدل جائے گی ۔ اور اہلِ اسلام اور دوسرے بنی نوع انسان کے ساتھ مل کر آپ کو ایک نظامِ نَو کی تعمیر کی توفیق ملے گی اور انسان کا امنِ عالم کا خواب حقیقت میں ڈھل جائے گا ۔

اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نظامِ کُہنہ تو بہرحال مٹایا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی قوموں کی عظمتیں بھی مٹا دی جائیں گی ۔ اور ہمیشہ کے لئے اُن کی جاہ و حشمت خاک میں مل جائے گی ۔ مگر میری تو یہی تمنّا اور یہی دُعا ہے کہ نظامِ جہانِ نَو، تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات پر نہیں بلکہ تبدیل شدہ اور اصلاح پذیر قوموں کی آب و گِل سے تعمیر کیا جائے ۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ، ہمیں تو ہمارے خدا نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ تم کمزور ہو ۔ ۱۴۰۰ سال پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے یہ نصیحت فرما دی کہ خدا نے اتنی بڑی بڑی قومیں آئندہ نکالنی ہیں کہ دُنیا میں کسی انسان کو اُن کے مقابلے کی طاقت نہیں ہوگی ۔ اِس لئے دُنیاوی ہتھیاروں سے اُن کے مقابلے کی کوشش کا خیال بھی دِل میں نہ لانا ۔ یہ مُسلم کی کتابُ الفتن کی حدیث ہے ۔ ہر شخص اس کا مطالعہ کر سکتا ہے ۔ فرمایا : دُعا کے ذریعے ہوگا جو کچھ ہوگا ۔ خدا کی تقدیر ان کو مارے گی ۔ اور خدا کی تقدیر یہ فیصلہ اُس وقت کرے گی جب یہ طاقتور قومیں دنیا سے بدی کا فیصلہ کر لیں گی ۔ چونکہ خدا نے دُنیا کو نہتّہ کر رکھا ہے ۔ مجبور کر رکھا ہے ۔ اور ایک طرف طاقتوں کو بدی کا موقعہ عطا کر دیا ہے ۔ اس لئے لازماً اپنے کمزور بندوں کی حفاظت کی ذمہ داری حضرت اللہ تعالیٰ پر عائد ہوگی ۔

پس اس آسمانی تائید کو حاصل کرنے کا ایک ہی طریق ہے کہ خدا سے تعلق جوڑا جائے اور جس حد تک ممکن ہو اپنے نفوس کی اصلاح کی جائے ۔ اسلام کے نام پر آئندہ کبھی کوئی بدی اختیار نہ کی جائے ۔ TERRORISM کا تصوّر ہی مُسلمانوں کی لُغت سے نکل جانا چاہیئے ۔ شرارتیں کرنا اور دوسروں کو دُکھ دے کر بعض مسائل کو زندہ رکھنا یہ جاہلانہ باتیں ہیں ۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ خود امن میں آجاؤ ۔ خود اپنے تعلقات کو درست کر لو ۔ غیر قوموں سے اپنے تعلقات کو درست کرو ۔ اور صبر کے ساتھ انتظار کرو ۔ پھر دیکھو کہ کس طرح خدا کی تقدیر دُنیا کی ہر دوسری قوم کی تدبیر پر غالب آجائے گی ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا :۔

" آج خطبہ گزشتہ دو خطبوں سے بھی زیادہ لمبا ہوگیا ہے ۔ کیونکہ مَیں اس کو ختم کرنا چاہتا تھا ۔ یہ ایک مجبوری تھی جو اس مضمون کو زیرِ بحث لایا گیا ہے ورنہ دِل یہی چاہتا ہے کہ واپس اپنے پہلے مضمون کی طرف جلد لوٹیں ۔ عبادت کیا ہے اور اس کی کیا لذّتیں ہیں ۔ کس طرح لذّت حاصل کی جاتی ہے ۔ سُورۃ فاتحہ کیا سبق دیتی ہے ۔ تو مَیں یہ فیصلہ کر کے آج آیا تھا کہ چاہے جتنی دیر ہو جائے اس مضمون سے آج پیچھا چھڑا لینا ہے ۔ اور دوبارہ اپنے دائمی مضمون کی طرف یعنی جہادِ اکبر کی طرف لوٹنا ہے تو انشاء اللہ آئندہ خطبے سے پھر وہی نماز کا مضمون شروع ہوگا "

اندوہناک سانحہ ارتحال

افسوس ! مکرم عبدالعظیم صاحب درویش قادیان مورخہ یکم شہادت ۱۳۷۰ ہش (اپریل ۱۹۹۱ء) نو بجے رات طویل علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پا گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم موصی تھے ۔ ۲ اپریل بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی ۔ نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے ۔۔۔ احمدیہ قادیان کے صحن میں پڑھائی ۔ کثیر تعداد میں احباب جماعت نے نماز جنازہ اور تجہیز و تدفین میں شرکت فرمائی ۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ۔ مفصّل حالات آئندہ ملاحظہ فرمائیے ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا ۔ اُسی پہ اے دِل تو جاں فدا کر

(ایڈیٹر)

دوسری اور آخری قسط

جنگِ خلیج ــــ یاجوج ماجوج کی سازش

پیشگوئیوں کی روشنی میں

از مکرم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ انچارج ۔ کالیکٹ

حَلَّتْ بِاَرْضِ الْمُسْلِمِیْنَ جُنُوْدُھُم
نَسَرَتْ غَوَائِلُھُمْ اِلٰی نِسْوَانِھِمْ

(اُن کے لشکر مسلمانوں کی زمین میں اتر آئے اور اُن کی بلاؤں نے مسلمانوں کی عورتوں تک سرایت کی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریباً ایک صدی قبل ہی کتنے واضح رنگ میں مسلمانوں کی سرزمین میں یاجوج ماجوج کی (اسلام دشمن مغربی طاقتوں کی) فوجوں کے گھس آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی ۔

یَارَبِّ اَحْمَدَ یَا اِلٰہَ مُحَمَّدٍ
اَعْصِمْ عِبَادَکَ مِنْ سُمُوْمِ دُخَانِھِمْ

(اے احمد کے رب ! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الٰہ ! اپنے بندوں کو اُن کے دُھوؤں کی زہروں سے بچا لے)

یہاں سموم دخان سے Poison gas مراد ہے جو جنگ کے دوران اکثر سُنائی دیتی ہے ۔

یَا عَوْنَنَا اَنْصُرْ مِنْ سِوَاکَ مَلَاذُنَا
ضَاقَتْ عَلَیْنَا الْاَرْضُ مِنْ اَعْوَانِھِمْ

(اے ہمارے مددگار تیرے سوا ہمارا کون جائے پناہ ہے ۔ ہم پر ان لوگوں کے مددگاروں سے (اتحادیوں سے ۔ ناقل) زمین تنگ ہوگئی ہے)

اس طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لمبے عربی قصیدے میں جس کے چند ہی اشعار اوپر درج ہیں یاجوج ماجوج کے فتنوں سے پردہ اُٹھایا ہے ۔

اتحادیوں کو آجکل جو فتح و غلبہ حاصل ہُوا ہے وہ عارضی ہے ۔ آخری فتح اُس وعدِ الآخرۃ کی جماعت کو حاصل ہونے والی ہے ۔ جس کے بارے میں قرآنِ مجید اور کتبِ سابقہ میں بے شمار پیشگوئیاں موجود ہیں ۔

اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام (وعدہ آخرت) کے خلیفہ رابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

" یہ ضرور جانتا ہوں کہ خدا کی تقدیر جو بھی فیصلہ کرے گی وہ بالآخر متکبروں کو ہلاک کرنے کا موجب بنے گا ۔ آج نہیں تو کل یہ متکبر ملیامیٹ کئے جائیں گے ۔ کیونکہ وہ بادشاہت جو آسمان پر ہے اُسی خدا کی بادشاہت زمین پر ضرور قائم ہو کر رہے گی ۔ پس آج نہیں تو کل ، کل نہیں تو پرسوں آپ دیکھیں گے کہ یہ متکبر دُنیا سے ہلاک کیا جائے گا اور طوفان (DESERT STORMS) اُن پر اُٹھائے جائیں گے اور ایسے ایسے خوفناک STORMS خدا کی تقدیر اُن پر چلائے گی کہ جن کے مقابل پر ان کی تمام اجتماعی طاقتیں بھی ناکام اور پارہ پارہ ہو جائیں گی ۔ یہ نظام کُہنہ مٹایا جائے گا ۔ آپ یاد رکھیں اور اس بات پر قائم رہیں اور اس کو نظر سے نہ ہونے دیں ۔ یہ اقوامِ قدیم جن کو آج اقوامِ متحدہ کہا جاتا ہے ، ان کے اطوار زندہ رہنے کے نہیں ہیں ۔ یہ قومیں یادگار بن جائیں گی ۔ اور اُن کے کھنڈرات سے آپ ہیں اے توحید کے پرستارو ۔ وہ آپ ہیں جو نئی عمارتیں تعمیر کریں گے ۔ نئی اقوامِ متحدہ کی عظیم الشان فلک بوس عمارتیں تعمیر کرنے والے تم ہو ۔ اے مسیحِ محمدی کے غلامو ۔ جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے ۔ تم دیکھوگے ۔ آج نہیں تو کل دیکھوگے اگر تم نہیں دیکھوگے تو تمہاری نسلیں دیکھیں گی ۔ اگر کل تمہاری نسلیں نہیں دیکھیں گی تو پرسوں اُن کی نسلیں دیکھیں گی ۔ مگر یہ خدا کے مُنہ کی باتیں ہیں ۔ اور اس کی تقدیر کی تحریریں ہیں جنہیں دُنیا میں کوئی مٹا نہیں سکتا "

ولادت

مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۹۱ء کو اللہ تعالیٰ نے میری بڑی بیٹی عطیہ بیگم کو پہلا بیٹا عطا کیا ہے ۔ نام تجویز کرنے کے لئے حضور انور کی خدمت میں لکھا گیا ہے ۔ نومولود مکرم مرزا افضل علی بیگ صاحب آف مانیکاگوڑا اڑیسہ کا بیٹا اور مکرم مرزا احمد علی بیگ صاحب کا پوتا ہے ۔ احباب کرام سے بچہ کی صحت و سلامتی اور خادم دین بننے کے لئے درخواست دُعا ہے ۔

اس خوشی کے موقعہ پر دس روپے اعانت بدر میں ادا کئے ہیں ۔

خاکسار :۔ زین العابدین احمد دوکاندار

قسط نمبر (۲)

اخبار بدر کی خصوصی مالی اعانت کرنے والے احباب

نام مُعطی	رقم عطیہ	مستقل تبلیغی پرچے
مکرم غلام احمد عزیز خان صاحب حیدرآباد	۱۱۵/-	-
〃 خواجہ معین الدین صاحب، سعیدآباد 〃	۱۰۰/-	ایک
〃 اکبر حسین صاحب 〃	۱۰۰/-	-
〃 حفیظ الدین غوری صاحب 〃	۱۰۰/-	ایک
محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمود غوری صاحب 〃	۱۰۰/-	دو
مکرم عُبید اللہ صاحب عرف چندا 〃	۱۵۰/-	-
〃 حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب امیر جماعت سکندرآباد	۱۰۰/-	-
〃 سیٹھ مہر دین صاحب نائب صدر 〃	۱۵۰۰/-	دس تبلیغی پرچے
〃 محمد صادق صاحب صدر جماعت جڑچرلہ مع خاندان	۴۰۰/-	-
〃 میر احمد اشرف صاحب جڑچرلہ	۵۰/-	-
〃 میر احمد عارف صاحب مع اہلیہ جڑچرلہ	۳۵۰/-	بارہ تبلیغی پرچے
〃 شریف احمد صاحب 〃	۲۰/-	-
〃 سید افتخار حسین صاحب 〃	۱۰۰/-	-
〃 قاسم شریف صاحب محبوب نگر	۲۰۰/-	ایک
〃 شریف الدین منظور صاحب 〃	۱۰۰/-	-
〃 سیٹھ محمد اسماعیل صاحب امیر جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ مع اہلیہ صاحبہ	۱۰۰۰/-	دس تبلیغی پرچے
〃 سیٹھ ناصر احمد صاحب چنتہ کنٹہ	۲۰۰/-	ایک
〃 سیٹھ محمد سہیل صاحب 〃	-	دس
محترمہ نعیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ احمد عبد الحکیم صاحب چینچل گوڑہ۔ حیدرآباد	-	ایک
مکرم حامد حسین صاحب حیدرآباد	-	ایک
〃 عبد الرؤف صاحب 〃	-	ایک

دُعائے مغفرت

مکرم سید احمد رضی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار کی اہلیہ محترمہ اچانک وفات پاگئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دُعا کریں خدا تعالیٰ غریق رحمت کرے (آمین)۔ خاکسار بعارضہ فالج فرلیش ہے۔ درخواست دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے صحت کے ساتھ کام کرنے والی زندگی نصیب کرے۔ خاکسار اور خاکسار کے بچوں کو صحت تندرستی درازی عمر عطا فرمائے اور دینی و دُنیاوی انعامات سے مالامال کرے ؀

(ایڈیٹر)

ضروری اعلان

منجانب دار القضاء قادیان

اعلانِ ہذا کے ذریعے مکرم حبیب احمد صاحب ولد مکرم عبد المنان صاحب مرحوم آف سورن گوڑی (تامل ناڈو) کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اُن کی اہلیہ مکرمہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم میراں شاہ صاحب مرحوم آف مدراس نے آپ کے مفقود الخبر ہونے کے باعث آپ کے عقدِ زوجیت سے آزاد ہونے کی درخواست دی ہے۔

اگر مکرم حبیب احمد صاحب خود اس اعلان کو پڑھیں تو ایک ماہ کے اندر اندر دفترِ قضاء کی طرف رجوع کریں۔ اسی طرح اگر کسی صاحب کو مکرم حبیب احمد صاحب کے ایڈریس کا علم ہو تو براہِ مہربانی تحریر فرمائیں۔

خاکسار:۔ منیر احمد خادم
قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم
جیولرز
پروپرائیٹر:۔ سید شوکت علی اینڈ سنز
:۔(پتہ):۔
خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون ۶۶۹۲۴۴۳

SUPER INTERNATIONAL
PHONE NO:
OFF.- 6348179
RESI.- 6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCIETY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD,
(ANDHERI EAST) BOMBAY - 400099.

ارشادِ نبوی
اَکْرِمِ الشَّعْرَ
(ترجمہ)
بالوں کی عزت کر
منجانب:۔ پرویز احمد ممبئی

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔"
(کشتی نوح)
AIR ®
CALCUTTA-15.
پیش کرتے ہیں:۔
پائیدار، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل، نیز ربر، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے۔

طالبانِ دُعا:۔
آؤٹ ریڈرز
۱۶ ایمبنگولین۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۱

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
(پیشکش)
YUBA
یانی لیدرز۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:۔
۴۳-۵۲۔۵۱۳۷۔۴۰۲۸۔۴۳